مسلسل اشاعت کے پچاس سال

ماہنامہ الحق

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

594 / جمادی الاول 1436ھ / فروری 2015

بیاد
شیخ الحدیث
مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ

سرپرست اعلیٰ
مولانا سمیع الحق

مدیر اعلیٰ
مولانا راشد الحق سمیع





اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

اے بی سی آڈٹ بیوروسرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر 50
شمارہ نمبر 05
جمادی الاول ۱۴۳۶ھ
فروری ۲۰۱۵ء

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ
مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی

اس شمارے کے مضامین

- نقش آغاز: مدارس کے خلاف جاری مہم میں شدت۔ پیپلز پارٹی کی چیئرپرسن بینظیر بھٹو کا قتل اصل حقائق اور قاتل بے نقاب کئے جائیں ..... مولانا راشد الحق سمیع ۲
- عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات ..... مولانا حافظ عرفان الحق ۷
- تذکرہ شیر خداؓ ..... شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق ۲۰
- اگر یہ مدارس نہ رہے تو! ..... ابوالخیر عارف محمود ۲۶
- افغانستان پاکستان تعلقات: ایک نئے موڑ پر ..... جنرل مرزا اسلم بیگ ۳۲
- عصر حاضر میں اسلامی قوانین جنگ کی معنویت ..... (آخری قسط) ..... ڈاکٹر ریحان اختر قاسمی ۳۶
- جب مجھے کسی کتاب کے شائع ہونے کی خبر ملتی ہے ..... ڈاکٹر جمیل جالبی ۴۳
- چند اکابر کی جدائی ..... (مولانا محمد نافعؒ، مولانا محمد عثمانؒ، مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ) ..... مولانا ابوالمعز حقانی ۴۴
- گلشن قرآن کا تعارف ..... (قرآن میں ذکر کئے گئے پھل اور سبزیوں کا تعارف) ..... جناب عبدالرزاق ۵۳
- دارالعلوم کے شب و روز ..... مولانا حامد الحق حقانی ۶۰
- تعارف و تبصرہ کتب ..... ادارہ ۶۳

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔
فون نمبر: +92 923 -630435
فیکس نمبر: +92 923 -630922
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/30 روپے۔ سالانہ -/350 روپے۔ بیرون ملک $35 امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق، مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ منظور عام پریس پشاور۔
کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم مولانا راشد الحق سمیع

مدارس کے خلاف جاری مہم میں شدت

محترمہ بے نظیر بھٹو قتل کیس میں دارالعلوم حقانیہ کی کردار کشی

گزشتہ دنوں پاکستانی میڈیا میں ایک بار پھر آٹھ سالہ پرانا بینظیر بھٹو قتل کیس میں دارالعلوم حقانیہ کو بدنام کرنے کی ایک گھناونی سازش کا اعادہ کیا گیا۔ یہ کوئی نیا بھونڈا الزام نہیں بلکہ میڈیا کو جب بھی بریکنگ نیوز کی ضرورت پڑتی ہے یا محترمہ بے نظیر بھٹو کی برسی قریب آتی ہے تو اس طرح کے تبصرے و تجزیے سننے میں آتے ہیں۔ لیکن اس غیر سنجیدہ من گھڑت اور جھوٹی خبر کو بہت سے نام نہاد، دانشور اور اہل قلم اس طرح نوکِ قلم پر لاتے ہیں گویا کہ اس سازش کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں مگر افسوس کہ کسی نے بھی اس کا کھوج لگانے کی اور در پردہ حقائق کو جاننے کیلئے کوئی تحقیق نہیں کی۔ سید الکائنات حضرت محمدؐ کا ارشاد پاک ہے کہ کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو نقل کرے۔ یقیناً یہ الفاظ مبارکہ آج بھی ہمارے بعض میڈیا، اینکرز پر صادق آتے ہیں۔ دارالعلوم حقانیہ کی انتظامیہ نے بار بار میڈیا اور ارباب اقتدار سے اپیل کی کہ وہ آزادانہ طور پر اس کی تحقیق کروائیں۔ اسی طرح مختلف مواقع پر دارالعلوم نے اپنا ٹھوس موقف پیش کیا مگر افسوس کہ حقیقت پر مبنی اس رپورٹ کو ہمیشہ نظر انداز کیا گیا۔ لہٰذا دارالعلوم حقانیہ کا تفصیلی موقف پیش خدمت ہے جو نذر قارئین ہے ..... (ادارہ)

دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سینئر نائب صدر شیخ الحدیث مولانا انوار الحق نے بے نظیر بھٹو قتل کیس میں بار بار دارالعلوم حقانیہ پر عائد کردہ بے سروپا الزامات کی سختی سے تردید کی ہے اور کہا ہے کہ محترمہ بے نظیر بھٹو پاکستان کی ایک مقتدر بڑی سیاسی لیڈر اور عالمی سطح کی دانشور رہنما تھیں۔ ان کے قتل میں پہلے ہی دن سے دارالعلوم حقانیہ جیسے خالص تعلیمی ادارے کی طرف اشارے کنائے کرنا اصل قاتلوں کو چھپانے کی ایک بھونڈی سازش ہے۔ دارالعلوم اِس منفی پروپیگنڈے کو عالمی سطح پر دینی مدارس کے خلاف جاری پروپیگنڈہ کا اہم حصہ سمجھتا ہے۔ جس کی روز اول سے دارالعلوم شد و مد سے تردید کرتا چلا آرہا ہے۔ جس میں مسلمانوں دینی مدارس، مذہبی جماعتوں کو ٹیررازم کے ساتھ نتھی کیا جارہا ہے۔ محترمہ بے نظیر بھٹو سے دینی مدارس اور علماء کو کوئی خطرہ نہیں تھا، اصل خطرہ سیاسی اور دیگر مقتدر قوتوں کو تھا۔ جن کا اقتدار بی بی کے آنے سے خطرے میں پڑ سکتا تھا یا جن کے سیاسی اور دیگر مفادات پر زَد آسکتی تھی۔ سابق وزیر داخلہ کی رپورٹ بھی تضادات کا مجموعہ تھی۔ ایک ہی سانس میں سابق وزیر داخلہ نے واضح کہہ دیا کہ سازش فاٹا میں تیار ہوئی اور فنڈنگ بھی وہیں ہوئی۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اس میں پرویز مشرف، بریگیڈیئر اعجاز شاہ، القاعدہ، طالبان

اور پیپلز پارٹی کی مخالف سیاسی دو جماعتیں بھی ملوث ہیں نیز اس سے پہلے سکارٹ لینڈ یارڈ' اقوام متحدہ کی تفتیشی ٹیموں نے (جن پر ملک کے کروڑوں روپے خرچ ہوئے) کو کسی دوربین اور خوردبینوں میں بھی دارالعلوم حقانیہ کی جھلک نظر نہ آئی اور اپنی رپورٹوں میں دارالعلوم کا نام نہ لیا۔ ترجمان نے اس بات پر زور دیا کہ بے نظیر بھٹو نے جن لوگوں کو زندگی میں اپنے قتل کے منصوبے میں نامزد کیا تھا انہیں کیوں اب تک شامل تفتیش نہیں کیا گیا؟ پھر ایف آئی آر بھی دو مرتبہ درج کی گئی۔ خود پیپلز پارٹی کی ایک بہت بڑی اکثریت اُن لوگوں کو شامل تفتیش کرنا چاہتی ہے جو محترمہ کے ساتھ اُس وقت موجود تھے جن کے پُراسرار کردار اور بزدلانہ حرکات سے طرح طرح کی چہ میگوئیاں اب تک کی جارہی ہیں۔ اِس طرح 27 دسمبر 2008ء کو نوڈھیرو میں محترمہ بے نظیر بھٹو کی برسی کے موقع پر صدر زرداری صاحب نے واشگاف الفاظ میں کہا تھا کہ امریکہ کی سابق وزیرخارجہ کونڈالیزا رائس نے اپنی کتاب میں قتل کے بارے میں بہت کچھ واضح کردیا ہے۔ جس کے اشارے اور تانے بانے خود امریکہ کی جانب بھی ہوتے ہیں۔ پھر دوران تفتیش بلاول ہاؤس کے چیف آرگنائزر شہنشاہ کو کس نے مارا؟ 18 اکتوبر کو کراچی میں محترمہ بینظیر پر کس نے بم حملہ کیا؟ پوسٹ مارٹم کیوں نہیں کیا گیا؟ مسلم لیگ (ق) کو اس وقت قاتل لیگ کہا گیا۔ آج اِن کا موقف کیوں تبدیل ہوگیا ہے؟ پھر جو دو تین نام بطور طالب علم دارالعلوم حقانیہ کی طرف منسوب کئے جارہے ہیں ان نامزد لوگوں کو فرضی پولیس مقابلوں اور فرار ہونے کے دوران قتل کیا گیا' ان لوگوں کو کیوں اور کس نے قتل کیا؟ اسی طرح نامزد اور گرفتار ملزم اعتزاز' حسنین اور رفاقت کا کوئی تعلیمی ریکارڈ ہمارے پاس نہیں۔ اسی طرح پھر جائے حادثہ کو اعلیٰ پولیس حکام نے کس کے حکم پر کیوں عجلت میں دھویا؟ بیان میں کہا گیا ہے کہ پاکستانی قوم اور پیپلز پارٹی اپنے رہنماؤں سے اصل قاتلوں کا سراغ معلوم کرے۔ خود صدر زرداری نے بار بار یہ کہا ہے کہ طالبان وغیرہ وغیرہ اس سازش کا ایک معمولی کامہ ہیں' اصل قوتیں کوئی اور ہیں۔ انہیں چاہئے کہ ان قوتوں کی کھل کر نشاندہی کریں۔ تفتیشی اور متعلقہ ادارے اپنی ناکامیوں کو چھپانے کیلئے تضادات سے بھرپور متنازعہ رپورٹیں پیش کرتی رہیں جنہیں پیپلز پارٹی سمیت کسی بھی ذی شعور نے قبول نہیں کیا۔ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک ایک کھلی کتاب کی مانند ہے یہ واحد ادارہ ہے اور برسوں سے کوئی روز ایسا نہیں گزرتا جس میں امریکی مغربی اور دنیا بھر کے میڈیا کے نمائندے، سفارتکار اور دانشور حضرات دارالعلوم کا وزٹ نہ کرتے ہوں اور انہیں یہاں پر کسی بھی قسم کے دہشت گردی کے ثبوت ملے ہوں۔ حال ہی میں ایک بار پھر کل پرسوں کے اخبارات میں عدالت میں زیرسماعت مقدمہ کے حوالہ سے دارالعلوم کے دفتر تعلیمات کے محرر مولانا وصال احمد کی طرف کامرہ ایربیس وغیرہ کے سلسلہ میں منسوب نہایت بے سروپا باتیں شائع کی جارہی ہیں جس کا عدالت میں نہ سوال ہوا اور نہ جواب زیرسماعت کیس کا ایک گواہ

عبدالرشید جو زیرحراست ہے وہ حادثہ سے تین سال پہلے 2004 میں صرف تین ماہ دارالعلوم میں زیرتعلیم رہا جسے غیرحاضری کی وجہ سے حادثہ سے تین سال قبل ادارہ سے خارج کردیا گیا تھا۔ دارالعلوم حقانیہ، پیپلز پارٹی حکومتی اداروں کیساتھ تفتیشات میں ہرطرح سے تعاون کیلئے حسب سابق مستعد ہے تاکہ اصل محرکات اور قاتلوں کا سراغ لگایا جاسکے۔

محترمہ بینظیر بھٹو کا قتل، اصل حقائق اور قاتل بے نقاب کئے جائیں

یہ اہم اداریہ بینظیر بھٹو کے قتل کے فوراً بعد لکھا گیا تھا، اوراس میں حادثہ کے تمام پہلوؤں کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا تھا۔ چونکہ دینی مدارس کے خلاف جاری پروپیگنڈہ مہم میں مزید شدت آ گئی ہے۔اسی لئے اس حادثہ کے تانے بانے آٹھ سال بعد دارالعلوم کی طرف بُنے جارہے ہیں۔ اوراس کی حقیقت اسی طرح ہے جس طرح عراق میں امریکہ نے کاروائی کے جواز کیلئے ایٹمی ہتھیاروں (weapons of mass destruction) کا پروپیگنڈہ کیا پھر ۹/۱۱ کے ڈرامے کے بعد افغانستان اور پاکستان کے خلاف نہ ختم ہونے والی جنگ کا آغاز کیا۔ امریکی نائب صدر جو بائڈن نے تو کھل کر خیبرپختونخوا میں قائم مدارس کے خلاف اپنی تقریروں میں نفرت اور کاروائیوں کا اعلان کیا ہوا ہے، یہ اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ پھر پاکستان میں دینی مدارس کے خلاف کئی منفی پروپیگنڈے ان دنوں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں چلائے جارہے ہیں۔ یہ اداریہ (جنوری ۲۰۰۸ء) تمام صورتحال اور پس منظر کو سمجھنے کے لئے قارئین کی خدمت میں معمولی حک واضافہ کرکے دوبارہ پیش خدمت ہے۔ (مدیر)

پاکستان پیپلز پارٹی کی چیئرپرسن اور اس کی روح رواں محترمہ بے نظیر بھٹو کو ۲۷ دسمبر کی شام کو لیاقت باغ راولپنڈی کے ایک جلسہ عام کے اختتام کے بعد سڑک کے بیچوں بیچ اور درجنوں سیکورٹی اہل کاروں کی موجودگی میں بڑی بیدردی کے ساتھ قتل کردیا گیا۔ اس افسوسناک حادثہ نے ملک کے گوشے گوشے میں غم و ماتم کی ایک سوگوار فضا قائم کردی۔ بلاشبہ پاکستان پیپلز پارٹی ملک کی ایک بڑی سیاسی جماعت ہے اور اس کی مرکزی لیڈر بے نظیر بھٹو ایک ذہین اور زیرک سیاستدان تھیں۔ انہوں نے عمر بھر پور جدوجہد میں گزاری اور پیپلز پارٹی کو اپنی بے پناہ صلاحیتوں کی بدولت نہ صرف زندہ رکھا بلکہ اسے ایک بڑی فعال اور متحرک جماعت کے طور پر ابھارا (اسکے بانی ذوالفقار علی بھٹو جو ایک بڑی سیاسی قدآور شخصیت اور بے نظیر بھٹو کے والد تھے، ان کو پھانسی دینے کے بعد بھٹو کی ذات ایک طلسماتی شخصیت میں بدل گئی اور پیپلز پارٹی پہلے سے بھی زیادہ مضبوط جماعت بن گئی) اس کے ورکروں اور ہمدردوں کی تعداد کروڑوں میں ہے۔ اس کی مرکزی لیڈر کو ملک کے ان مخدوش حالات میں قتل کرانا ایک بہت بڑی گہری بین الاقوامی سازش کا

نتیجہ ہوسکتا ہے۔ اس حادثے کے فوراً بعد حکومت کے پے درپے بدلتے متضاد بیانات اور اقدامات نے شکوک وشبہات سے اَٹی فضا کو اور بھی آلودہ کردیا ہے۔ پوری پاکستانی قوم کو حکومتی اعلانات اور اقدامات پر اطمینان نہیں۔ کیونکہ بدقسمتی سے مشرف حکومت کے ماضی کی تمام پالیسیاں اور ظالمانہ اقدامات نے کہیں بھی نیک نیتی اور عدل وانصاف پر مبنی حقائق کو سامنے آنے نہیں دیا۔ اسی باعث پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت ایک تسلسل کے ساتھ اس قتل کا الزام پاکستان مسلم لیگ (ق) اور بعض اہم حکومتی ذمہ داریوں پر فائز شخصیات پر لگا رہی ہے لیکن حکومت ان الزامات کو سنجیدگی کے ساتھ نہیں لے رہی اور حسب سابق اس کا ملبہ بھی دینی طبقات اور مذہبی انتہا پسندوں کے کھاتے میں ڈالا جارہا ہے۔ دوسرے معنوں میں حکومت ارادی یا غیر ارادی طور پر لبرل اور مذہبی جماعتوں کے درمیان براہ راست ٹکراؤ کی فضاء قائم کرنے میں مصروف عمل ہے اور اس حادثہ کے فوراً بعد خانہ جنگی کے لئے زمین بھی ہموار ہوتی نظر آرہی ہے۔ اس کا ایک بھیانک منظر پوری دنیا ۲۷ر دسمبر کے المناک حادثہ کے فوراً بعد خونی واقعات اور قتل عام اور فسادات کی صورت میں دیکھ چکی ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل وکرم تھا اس دھرتی پر کہ جلد ہی یہ آگ فوری طور پر بجھ گئی اور اس موقع پر پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت نے بھی حالات کی نزاکت اور احساس ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے شرپسندوں سے لاتعلقی کا اعلان کردیا اور پاکستان اور وفاق کے خلاف اس بڑی سازش کو انہوں نے سختی کے ساتھ مسترد کردیا۔ ورنہ سندھ میں لگائی گئی آگ کے نتیجے میں پاکستان ایک بار پھر سانحہ بنگلہ دیش جیسے حادثہ کا شکار ہوسکتا تھا خدانخواستہ ہرگلی اور ہرمحلّہ میں پاکستان پیپلز پارٹی کے ورکر اور دینی وسیاسی جماعتوں کے پُرامن کارکن اور مدارس اسلامیہ کے لاکھوں طلباء کرام کے درمیان اس سازش کے نتیجہ میں آگ وخون اور خانہ جنگی کی فضاء تیار ہوسکتی تھی۔ لیکن تائید ایزدی کے باعث ہرقسم کی حکومتی اور بین الاقوامی سازشیں ناکام ثابت ہوگئیں۔ جمعیۃ علماء اسلام کے سربراہ سینیٹر مولانا سمیع الحق نے اس تاثر کو زائل کرانے کیلئے کراچی اور سندھ کے ساٹھ ستر علماء اور پارٹی رہنماؤں کا ایک بڑا وفد لیکر مورخہ ۰۳ر جنوری کو کراچی سے بےنظیر بھٹو کے گاؤں نوڈیرو لاڑکانہ گئے مرحومہ کے شوہر جناب آصف علی زرداری اور خاندان کے دیگر افراد سے تعزیت کی اور وہاں موجود میڈیا کے ذریعہ سندھ کے لوگوں کو یکجہتی قائم رکھنے اور علیحدگی پسند عناصر کی سازش کو ناکام بنانے کی اپیل کی اور کہا کہ دینی طبقے ہر نازک گھڑی میں سندھ کے ساتھ ہیں اور ملک کی وحدت وسلامیت اور یکجہتی قائم اور باقی رکھنے کیلئے کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ اس موقع پر میڈیا کے سوالات کے جواب میں اس حادثہ کی برطانوی سکاٹ لینڈ یارڈ[1] یا اقوام متحدہ سمیت کسی بھی مغربی ایجنسی سے کرانے کی مخالفت کی اور کہا کہ مغربی

---

(۱) لیکن مذکورہ ادارہ واقوام متحدہ کی رپورٹس میں صراحتاً تو کیا اشارۃً وکنایۃً بھی دارالعلوم حقانیہ کا ذکر نہیں۔

ممالک اپنی تحقیقات سے اس حادثہ کا الزام دینی حلقوں اور جہادی تنظیموں کے سر مونڈھیں گے تاکہ دہشتگردی کے نام پر اپنی جاری جنگ کے لئے مزید جواز فراہم کرسکیں اور پیپلز پارٹی کو دین سے وابستہ افراد کے خلاف بھڑکا سکیں۔ مولانا مدظلہ کا اندیشہ صحیح ثابت ہوااور چند دن بعد امریکی ایجنسی سی آئی اے کے سربراہ نے کسی ثبوت اور تفتیش کے بغیر ہی اسکا الزام مذکورہ قوتوں پر عائد کردیا۔ مولانا مدظلہ کے اس بروقت دورہ پر ملک بھر میں بڑے خوشگوار تاثرات کا اظہار کیا گیا، پھر آپ نے جامعہ اشرفیہ سکھر میں میڈیا کے کثیر مجمع سے خطاب بھی کیا۔

محترمہ بینظیر بھٹو کے قتل کی ضرور تحقیقات ہونی چاہئیں۔ محترمہ کے پسماندگان اور اس کی پارٹی کے نامزد مجرموں کے خلاف نہ کہ تحقیقات سے قبل ہی کسی ایک شخص، مذہبی جماعت یا عسکریت پسند گروپوں کے سر پر اس اندھے قتل کا الزام لگایا جائے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ مذہبی طبقوں کو اقتدار واختیار سے دور ایک سیاسی لیڈر سے کیا خطرات لاحق ہوسکتے تھے؟ پاکستان پیپلز پارٹی ایک سیاسی جماعت ہے اور مدارس کے افراد کو پاکستانی سیاست سے کوئی سروکار و دلچسپی نہیں۔ وہ کیونکر مشرف حکومت اور پاکستان مسلم لیگ (ق) کی ایک مضبوط سیاسی حریف اور چیلنج کو راستے سے ہٹاتے؟ تو یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ مغرب جو پہلے ہی اسلام اور مذہبی جماعتوں سے دو بدو جنگ میں مصروف ہے اس قتل کا الزام دینی طبقات پر کیوں نہ لگائے گا؟ اسمیں تو سراسر فائدہ مغربی قوتوں کو حاصل ہوگا۔ دراصل اس قتل سے پاکستان کی سلامتی اور اس کی وحدت کو کمزور کیا گیا ہے۔ تاکہ پاکستان کے عوام بھی اٹھ کر مذہبی جماعتوں اور مدارس وغیرہ کے خلاف صف بستہ ہوسکیں لیکن الحمدللہ یہ سازش تادم تحریر ناکام ہوگئی ہے۔ ہم اس موقع پر پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت سے تعزیت کرتے ہیں اور ان سے مزید ہوش مندی و بالغ نظری اور سیاسی شعور کی توقع رکھتے ہیں کہ وہ مستقبل میں بھی اس سازش کا شکار نہ ہوں گے۔ اس موقع پر ہماری حکومت سے یہ گزارش ہے کہ اُن ہزاروں بے گناہ شہریوں کے نقصان کا فوری طور پر ازالہ کیا جائے' جن کا کروڑوں' اربوں روپوں کا نقصان ان فسادات کے دوران ہوا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ امن و امان قائم کرنے میں حکومت سندھ اور اس کے تمام سیکورٹی فراہم کرنے والے ادارے اس موقع پر ناکام ثابت ہوئے اور تمام متعلقہ ادارے ان جرائم میں برابر کے شریک ہیں۔ ان کے خلاف بھی موثر کاروائی کرنی چاہیے اور بےنظیر بھٹو کے قاتلوں کو سامنے لانا چاہیئے تب ہی اس حکومت کی غیر جانبداری ثابت ہوگی ورنہ زبان خلق یہی کہے گی۔

ع جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

(اداریہ جنوری ۲۰۰۸ء)

(قسط ۳۶) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی*

عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

(۶۹ء کی ڈائری)

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزّہ و اقارب، اہل محلّہ و گردوپیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔ آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ، تحقیقی عبارت، علمی لطیفہ، مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔ اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔ تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں..... (مرتب)

۱۹۶۹ء کی ڈائری

سیاسی پارٹیوں کے ساتھ بنیادی حقوق کے حصول اور احیاء جمہوریت

اوائل جنوری میں ہفتہ عشرہ کیلئے ڈھاکہ جانا ہوا، سیاسی پارٹیوں کے ساتھ بنیادی حقوق کے حصول اور احیاء جمہوریت کے سلسلہ میں جمعیۃ العلماء اسلام کا فیصلہ قوم کے سامنے آچکا ہے جو کانفرنس میں اکابر جمعیۃ کے بہترین تدبر، اور کئی دن کے غور وخوض کا نتیجہ ہے۔ یہ اشتراک صرف منفی پہلو پر تھا مگر الحمدللہ کہ پھر بھی تمام اکابر جمعیۃ بالخصوص جمعیۃ کے مدبر اور باشعور قائد مولانا مفتی محمود صاحب نے ڈھاکہ کی عمومی اور خصوصی میٹنگوں میں نہایت دوٹوک اور واضح انداز میں بار بار تمام پارٹیوں کو یہ چیز ذہن نشین کرائی کہ جمعیۃ العلماء کا

---

* مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مقصود ومطلوب اول وآخر اسلام ہے جو دنیا وآخرت اور معاش ومعاد سب کا جامع ترین نظام ہدایت ہے اور یہ کہ جمعیۃ کا اصل نشانہ کفر والحاد اور لادینی ہے۔ اصل تصادم نظریات سے ہے اور اشخاص سے توافق یا تقابل تو حصول مقصود کا ایک ذریعہ ہے آج اگر حزب اقتدار دینی اقدار کی بحالی میں سنگ گراں بنی ہے اور جمعیۃ کا فرض منصبی ہے کہ اُسے راہ سے ہٹا دے تو کل یہی جدوجہد اور جوش عمل، تنظیم اور قوت حزب اختلاف کے ان عناصر کی سرکوبی میں بھی پیش پیش ہوگا۔ جو مسند اقتدار پر پہنچ کر اسلام کے نام پر حاصل کی گئی مملکت سے غداری کر کے اسلام اور اسلامی اقدار سے گریز کرنا چاہیں گے۔ جن لوگوں کی نظریں موجودہ دور کی لادینی مغربیت پر ہیں یا وہ عصر حاضر کے غیر فطری معاشی ازموں کو اپنا کعبہ مقصود بنا چکے ہیں، انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ جمعیۃ العلماء اسلام بلکہ علماء حق کا ہر فرد زندگی کی آخری رمق تک ان کے خواب کو ہرگز شرمندۂ تعمیر نہ ہونے دیگا، اگر جمعیۃ نے بعض ایسی پارٹیوں کے لادینی عزائم کو بھانپ کر بھی موجودہ حالات میں اشتراک کر لیا ہے تو یہ صرف اس لئے کہ اسلام کے نام پر لٹے پٹے مسلمانان پاکستان کو اپنی لیلائے مقصود سے وصال کا موقع مل سکے جو صرف اور صرف اسلام ہے اور یہ فیصلہ عوام کی عدالت میں تبھی ہوسکتا ہے کہ انہیں فیصلہ کرنے کا حق اور موقع مل جائے، ہمیں یقین ہے کہ عوام کا یہ فیصلہ نہ تو کیپٹل ازم کے بارہ میں ہوگا اور نہ سوشلزم یا کمیونزم کے حق میں بلکہ صرف خالص دین فطرت اسلام کے بارہ میں ہوگا۔

ڈھاکہ میں جمعیۃ العلماء مشرقی پاکستان نے ایک کھلے اجلاس کی شکل میں اپنی وسعت ہمہ گیری اور قوت کا مظاہرہ بھی کیا جو وہاں کے علماء حق کو حالات کی نزاکت اور تنظیم کی ضرورت محسوس ہو جانے کے لحاظ سے لائق صد تحسین ہے، اس ناچیز کا تاثر ملک کے اُس حصہ کے بارہ میں یہی ہے کہ دین سے محبت اور والہانہ تعلق کے لحاظ سے وہاں کے باشندے بہت آگے ہیں، آئے دن اس کی مثالیں سننے اور دیکھنے میں آتی رہتی ہیں۔ اس کا ایک ادنیٰ نمونہ ڈھاکہ کے قریب ٹونگی میں ہونے والے تبلیغی جماعت کے اجتماع کی شکل میں بھی میرے سامنے آیا ۵، ۶ لاکھ مسلمانوں کا مجمع ایک ویرانے میں گھر بار چھوڑ کر جمع ہے اور اُن کا اوڑھنا بچھونا صرف اور صرف دین کی دل سوزی اور فکر مندی ہے، یہ ایک مثالی اجتماع تھا، اس کے مقابلہ میں لادینی عناصر کی قوت بہت کم ہے، مگر پھر بھی سیاست کی ترجمانی کرنے والے کلی یا جزوی طور پر دین سے بہت دور ہیں اور میدان خالی ہونے کی وجہ سے سیاست پر لادینی عناصر کا غلبہ ہے اور خدا اور تصور آخرت سے باغی کرنے والے لٹریچر کو فروغ کا موقع بھی مل رہا ہے۔ پس اس مہلک مرض کا اگر کوئی علاج ہے تو یہی کہ وہاں کے علماء حق زیادہ سے زیادہ جوش عمل، اخلاص تنظیم اور قوت ایمانی سے میدان میں کود پڑیں، سادہ دل اور

مخلص عوام کو دین کی اخلاقی اور معاشی قدروں سے روشناس کرائیں اور دین کی جامعیت اور اعتدال کے مقابلہ میں موجودہ خالص مادی نظاموں کی بے اعتدالی اور بے مائگی ثابت کر دیں، انہیں زندگی کی صحیح کامیابی کا راستہ دکھائیں اس کے لئے مستحکم تنظیم، سیاسی تدبر کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے لادینی نظاموں سے پوری واقفیت اور گہری نظر بھی ضروری ہے۔ اگر علماء حق نے اس نہج پر کام کو تیز تر کر دیا تو سیاسی قیادت خود بخود دیندار طبقہ کے ہاتھ آجائے گی اور اس کا رخ بے دینی کی طرف نہیں موڑا جا سکے گا۔ وہاں کی سرزمین علماء حق کے لحاظ سے بہت زرخیز ہے، پھر جس مٹی کی سیرابی بطل اسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ جیسے سراپا دعوت و عزیمت بزرگوں کے ہاتھوں سے ہوئی ہو اگر وہاں بھی علماء جمود اور تعطل کا شکار ہوئے اور قیادت لادینی نظریات کے علمبردار سیاستدانوں کے ہاتھ میں گئی تو یہ نہ صرف ان علماء کے حق میں بلکہ وہاں کیلئے دینی سیاسی معاشی اور اخلاقی وملکی لحاظ سے بھی بدترین المیہ ثابت ہوگا۔ **واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل**

ڈھاکہ (مشرقی پاکستان) کا دوسرا سفر

۳ رجنوری تا ۱۱ رجنوری ۱۹۶۹ء: جنوری کے پہلے ہفتہ میں ڈھاکہ میں جمعیۃ العلماء اسلام مشرقی پاکستان کا عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا اس اجتماع اور جمعیت کے مرکزی کونسل کی میٹنگوں میں شرکت کیلئے مشرقی پاکستان کے جمعیۃ العلماء اور وہاں کے چند سرکردہ حضرات کی خواہش و دعوت پر حضرت والد ماجد شیخ الحدیث مدظلہٗ اور یہ سیاہ کار ۳ رجنوری کو ڈھاکہ کیلئے روانہ ہوئے روانگی سے قبل لاہور کے نیو میو ہسپتال میں مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ کی عیادت کی اور راہ حق میں ابتلا واستقامت پر انہیں مبارکباد پیش کی ۱۰ بجے ہم حضرت درخواستی مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا یوسف بنوری خواجہ خان محمد کندیاں اور دیگر زعماء جمعیت کے ساتھ بذریعہ طیارہ روانہ ہوئے ڈھاکہ ائیر پورٹ پر جمعیۃ کے کارکنوں اور دیندار مسلمانوں نے بھرپور استقبال کیا ۴ رجنوری کو ایڈن ہوٹل کے وسیع لان میں جمعیت کا عمومی اجلاس شروع ہوا جسکی پہلی نشست کی صدارت والد ماجد نے فرمائی اور اختتام اجلاس پر صدارتی خطاب فرمایا پھر جمعیت کی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں بھی شرکت کی ۵ رجنوری کو بعد از مغرب آپ نے جمعیت کی اختتامی اجلاس میں بھی مفصل خطاب فرمایا جس میں اسلامی آئین کے نفاذ کے بارے میں صدر مملکت کے تازہ بیان کا بطور خاص جائزہ لیا اور اس سلسلہ (اسلامی نظام کے نفاذ) میں شبہات اور رکاوٹوں کا مدلل طور پر جواب دیا ۶ رجنوری کو جمعیۃ کی کاروائی ختم ہوئی مگر وہاں کے کئی احباب کے خواہش و اصرار پر ۱۱ رجنوری تک ڈھاکہ میں رہے اس دوران خواجہ مولانا انیس اللہ صاحب اور انکے خاندان کے دیگر حضرات جناب خواجہ عبدالرحمٰن صاحب جناب حاجی بشیر الدین بوگرہ جناب مصطفیٰ حسن صاحب مدیر پاسباں جناب مجتبیٰ حسن صاحب جناب ایس اے کبیر صاحب جناب خواجہ خیر الدین ایم

این اے اور دیگر حضرات کے ہاں خصوصی مجالس میں شرکت کی اور حاضرین کو اپنے گرانقدر نصائح سے نوازا سال گزشتہ کی طرح امسال بھی ان حضرات کے علاوہ جناب مولانا محی الدین صاحب اور مقامی جمعیت کے اکابر حضرات بالخصوص نواب باڑی کی خواجہ برادری نے والد ماجد اور احقر کی ضیافت اور خاطر داری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اس قیام کے دوران ہم نے ٹونگی میں منعقد ہونے والے عظیم الشان تبلیغی اجتماع میں بھی شرکت کی جسمیں ۶/۵ لاکھ مسلمانوں کا مجمع تھا اس سے اندازہ ہوا کہ دین سے محبت اور والہانہ تعلق کے لحاظ سے یہاں کے باشندے بہت آگے ہیں مدرسہ امداد العلوم فرید آباد کے تعلیمی سال کا افتتاح بھی حضرت والد صاحب نے درس قرآن مجید سے فرمایا

۱۱ رجنوری کو ڈھاکہ سے ظہر کو روانہ ہوئے اور اسی دن لاہور اور پشاور سے ہوتے ہوئے رات کو بخیر و عافیت اکوڑہ خٹک پہنچے والحمد للہ علی ذالک

حضرت شیخ الحدیث مولانا غور غشتوی قدس سرہٗ کی رحلت

۲۳/۲۴ جنوری ۱۹۶۹ء رونق آرائے مسند درس حدیث، سرخیل علمائے حق، پیکر سنت، ترجمان حدیث، شیخ الحدیث بقیہ السلف حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غور غشتوی قدس سرہٗ العزیز تقریباً ۹۳ برس کی عمر میں ۴ ذیقعدہ ۱۳۸۸ء مطابق ۲۳ جنوری ۱۹۶۹ء کو صبح پونے سات بجے واہ کینٹ کے فوجی ہسپتال میں انتقال کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دارالعلوم حقانیہ کیساتھ دیرینہ تعلق اور شفقت کی بناء پر انکی وفات کی اطلاع صاعقہ بن کر گری وفات سے قبل جب علالت کی اطلاع پہنچی تو حضرت والد ماجد کی معیت میں اساتذہ کی ایک جماعت بیمار پرسی کیلئے واہ ہسپتال پہنچی اطلاع ملتے ہی دارالعلوم میں تعطیل کر دی گئی دارالعلوم کے اساتذہ اور تقریباً تمام طلباء حضرت مرحوم کے آخری رسومات میں شرکت کیلئے روانہ ہوئے۔

ملک کے طول وعرض سے پروانہ وار کثیر تعداد میں معتقدین اور تلامذہ اس موقع پر غور غشتی امڈ آئے اندازہ لگانے والوں کے نزدیک شرکاء جنازہ کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی جس نے العزۃ للہ ولرسولہ وللمومنین کا سماں باندھ دیا جنازہ حضرت کے بڑے صاحبزادے نے پڑھائی نماز جنازہ کے بعد والد ماجد نے حضرت مرحوم کے مناقب اور کمالات پر طویل خطاب فرمایا اور انکے وصال کو علمی و دینی حلقوں کا ایک سرچشمہ ہدایت اور بہت بڑی فیض و برکت سے محرومی کا سبب قرار دیا اللھم اعظم اجرہ ولا تحرمنا بعدہ وارزقہ الجنۃ

میرا دوسرا سفر حج

۱۶۔فروری: سفر حج بیت اللہ پر روانگی راولپنڈی سے کراچی بذریعہ تیزگام ساڑھے آٹھ بجے ہوئی۔

کراچی آمد پر سفارتخانہ سے ویزا وغیرہ کے حصول کیلئے مدرسہ نیوٹاؤن میں قیام رہا

۱۸ فروری: دارالعلوم کراچی میں مولانا محمد تقی عثمانی کے گھر بعد از دوپہر قیام کیا۔

۱۹ فروری: دارالعلوم کراچی سے واپسی کی۔۱۲:۰۰ بجے پی آئی اے کے جہاز سے روانگی ہوئی۔مولانا محمد یوسف بنوری کی معیت کی سعادت حاصل تھی آدھ گھنٹہ سفر کے بعد طیارے میں فنی خرابی کی وجہ سے واپسی کا اعلان ہوا،ایک بجے واپس اترے۔معلوم ہوا کہ ایک انجن میں آگ لگ چکی تھی،اللہ تعالیٰ نے فضل وکرم سے بچایا۔مسافروں میں فطری بے چینی اور اضطراب تھا، مجھے مولانا بنوری نے سورۃ قریش کے ورد کی تلقین کی۔

میڈوے ہاؤس کے ایل ایم ،میں ۴:۰۰ بجے تک قیام وطعام رہا،۵:۴۵ بجے دوبارہ دوسرے جہاز پر روانگی عمل میں آئی ۔۶:۱۰ پر جہاز روانہ ہوا۔حضرت مولانا یوسف بنوری نے جہاز میں احکام حج پر مفصل تقریر فرمائی۔ بڑی دیر تک سورج غروب نہیں ہوا۔

جہاز میں بیت الخلاء مغربی طرز پر بنی ہوتی ہے ائیر ہوسٹسوں کی موجودگی بھی حج جیسے مقدس سفر میں محل نظر امر ہے پورا جہاز تلبیہ سے گونج رہا تھا، یاد رہے کہ احقر کو یہ دوسرا حج کرنل عثمان شاہ کی والدہ کیطرف سے حج بدل کی شکل میں نصیب ہوا ہے رات کے بارہ بجے بیت اللہ الحرام کے قریب پہنچے میرا احرام حج افراد کا تھا صبح طواف قدوم کیا

سعودی انتظامات کے بارے میں سے تاثرات

سعودی حکومت کا حرم کے انتظامی امور میں شغف کے باوجود بعض کوتاہیاں برتی جارہی ہیں جیسے کہ رمی جمرات میں اموات کا واقع ہونا اس کے لئے مناسب ٹھوس اقدامات کئے جاسکتے ہیں جیسے رمی میں لوگوں کو یکطرفہ راستے سے آنے پر آمادہ کرنا اور اس کیلئے ریلینگ سسٹم کا قیام عمل میں لانا وغیرہ منٰی میں زائرین وحجاج کیلئے پانی کی کمی کی مشکل پر قابو پانے کیلئے مناسب تدابیر ہونی چاہئیں۔

۱۳/مارچ ۱۳/ذی الحجہ: آج واپسی کے ٹکٹ میں تبدیلی کیلئے جدہ جانا ہوا رات کو احرام میں واپسی ہوئی دوران حج جن حضرات سے ملاقاتیں ہوئیں ان میں بعض اہم افراد کے نام وپتے یہ ہیں۔

۱۔الحاج فضل الرحمٰن عطر جی شارع یوسفی مکہ المکرّمہ ،۲۔الشیخ عمر ملا بھجی مدرس سجون حلب سوریا فون ۷۵۰۶۴، ۳۔عاصم الحداد رابطۃ العالم الاسلامی ، ۴۔الشیخ اسماعیل شاہین معلم القرآن گل مرمرہ اکہسیر ترکیا، ۵۔الشیخ عبدالحمید الحاج مکاوی احمد المکی مکتبۃ الہضۃ خرطوم سوڈان، ۶۔شیخ حمد احراری دانش گاہ الہیات ایران ، ۷۔گل سعید شاہ جامعہ اسلامیہ مدینہ، ۸۔مولانا انیس الرحمٰن خطیب حمیدیہ مسجد

پائیدھوتی بمبئی ۳ ہند، ۹۔شیخ اسماعیل جالندھری ص ب ۳۲ مدینہ طیبہ ۱۰۔قاری قادر جان باب مجیدی مدینہ، ۱۱۔حافظ ارشاد احمد پی او ۶۴۲ مکۃ المکرّمہ، ۱۲۔مولانا عبیدالرحمٰن کامل پوری بوڈمن سٹریٹ مسجد شیفلڈ ۹ یونائیٹڈ کنگڈم، ۱۳۔شیخ عبداللہ عباس ندوی مکتبۃ الرابطۃ العالم الاسلامی مکۃ المکرّمہ، ۱۴۔حاجی حبیب صاحب حبیب سلک ملز ملتان، ۱۵۔حاجی صدیق اے آر سوتر منڈی لائل پور، ۱۶۔اے ایچ آئی قمر جی ڈربن، ساؤتھ افریقہ۔

دیار حبیب ﷺ کا سفر اور میدان بدر میں حاضری

۱۱/ مارچ ۱۹۶۹ء: صبح طلوع شمس کے بعد طواف وداع کیا عربی ٹائم تین بجے مدینہ طیبہ بذریعہ کار روانگی ہوئی سوا پانچ بجے جدہ سے چلے نماز ظہر اور کھانا رابغ میں ہوا ساڑھے نو بجے بدر پہنچے ڈرائیور کار مقام شہداء و معرکہ بدر تک لے گیا مقام شہداء پر فاتحہ پڑھی، معرکہ کے میدان عدوۃ القصوی والد نیا دیکھے عصر کی نماز بدر کی مسجد عریش میں پڑھی وضو قصبہ میں بہنے والے زمینی چشمہ پر کیا۔اور پھر روانگی ہوئی۔

حضور ﷺ کے دربار اقدس میں

۱۲/ مارچ: مغرب کی اذان ہو رہی تھی کہ باب العنبر یہ مدینہ پہنچے یہاں مولانا عبدالحق ابن حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مدظلہٗ کے مکان پر ساتھیوں سمیت قیام کیا تہجد کے وقت دربار رسالت مآب علیہ الف الف تسلیم و تحیۃ میں حاضری ہوئی والحمد للہ حمداً طیباً کثیراً

مکتبہ حرم مدنی، مدرسہ شرعیہ کی زیارت اور ہندوشام کے علماء سے ملاقاتیں:

۱۳/ مارچ: قاری عباس صاحب سے ملاقات ہوئی وہاں شیخ ابراہیم الحقی اور شام کے بعض حضرات سے گفتگو رہی قاری عباس نے کہا کہ ماہنامہ ''الحق'' سے دیو بند کی خوشبو آتی ہے مولانا عبدالقدوس بنگالی کی رباطِ بنگال میں زیارت کی بعد از ظہر مولانا عباس مدظلہٗ کے ہاں ضیافت رہی بعد از عصر مکتبہ حرم مدنی کی زیارت اور قبل از دوپہر مدرسۃ الشرعیہ جا کر وہاں کا مدرسہ دیکھا اور سکول کا معائنہ کیا۔

فراق مدینہ اور حرم مکہ واپسی

۲۹/ مارچ: آج مدینہ شریف سے فراق کا وقت آپہنچا۔

۳۰/ مارچ: آج مسجد حرام میں قیام کا شرف ملا والحمدللہ۔

۳۱/ مارچ: مکہ سے جدہ روانگی ہوئی مغرب تک جدہ پہنچے۔

۱/ اپریل: رات کو بعد از عشاء احرام عمرہ باندھ کر اطمینان سے عمرہ ادا کیا بفضلہٖ تعالیٰ

وطن واپسی

۲/اپریل: ظہر کے اذان کے ساتھ بیت اللہ الحرام اور مکہ مکرمۃ کی آبادی سے جدا ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم ارزقنی العود الی بلدك رات کو سوا نو بجے جدہ سے گرین وچ ٹائم کے مطابق روانگی ہوئی پاکستانی ٹائم سے سوا دو بجے کراچی پہنچے

۵/اپریل: دارالعلوم کراچی میں برادر مولانا محمد تقی عثمانی کے ہاں قیام رہا بعد از مغرب قدرت کا شاہکار ماہی خانہ دیکھا اور پھر کلفٹن کی سیر کی۔

۶/اپریل: تیز رو سے اکوڑہ روانگی۔ ۷/اپریل:۔سوا چھ بجے تیز رو سے گھر بخیر و عافیت پہنچے احباب و رفقاء اہل علم و متعلقین سینکڑوں کی تعداد میں سٹیشن پر موجود تھے جزاکم اللہ احسن الجزا والحمد للہ اولہٗ واخیرہٗ

درس قرآن کے سلسلے میں والد ماجد کا تنگی چارسدہ کا سفر

۱۷/اپریل: تنگی والد صاحب کی معیت میں جانا ہوا رات کو مولانا رحمت اللہ فاضل حقانیہ کے ہاں درس قرآن کی اختتامی تقریب میں والد صاحب کی تقریر تھی وہاں مولانا حسن جان صاحب وغیرہ سے ملاقات بھی ہوئی۔مولانا حبیب اللہ صاحب فاضل حقانیہ پر دل کا دورہ پڑا ان کی عیادت کے لئے گئے لیکن ملاقات نہ ہوسکی اگلی صبح واپسی ہوئی۔

۱۸/اپریل: والد صاحب کی جمعہ کی تقریر ریکارڈ کرائی۔ ۱۹/اپریل: راولپنڈی جانا ہوا رات کو حاجی وصی الدین کی دعوت میں شرکت کی۔ ۲۰/اپریل: اسلام آباد شوکت صاحب، اختر حسن صاحب صدر پنڈی کے ساتھ اعظم خان چیف آف اکوڑہ کی عیادت کی وہاں قاری امین اور نوروز وغیرہ سے ملاقات ہوئی۔

۲۱/اپریل: صبح پنڈی سے واپسی۔

والد صاحب کی آنکھوں میں کالا موتیا

۲۳/اپریل: پشاور والد صاحب کا معائنہ ڈاکٹر ناصرالدین اعظم صاحب، ڈاکٹر نواز صاحب اور کرنل پیرزادہ سے کرایا گیا کالے موتیا کی آنکھوں میں تشخیص کا اندیشہ ہے اللہ تعالیٰ صحت و عافیت سے نوازے آمین۔

۲۴/اپریل: ڈاکٹر عبدالقوی (ابن مولانا لطف اللہ فاضل دیوبند) جہانگیرہ کی شادی میں شرکت کی۔

۲۶/اپریل: والد صاحب کا کرنل پیرزادہ سے دوبارہ معائنہ کروایا۔

حجاج کیلئے والد صاحب کا دعوت طعام

۲۷/اپریل: حجاج کرام مولانا قاری سعید الرحمٰن، قاری امین صاحب راولپنڈی، نوروز حاجی عظیم، اختر

صاحب ، راغب صاحب راولپنڈی ، حج خان مانکی کیپٹن انور جوہر ، میکاتی صاحب آدم جی پیپر ملز، کرنل عثمان شاہ وغیرہ کو والد صاحب کی طرف سے دوپہر کو دعوت طعام ظہرانہ دیا گیا۔

یکم مئی: شب جمعہ کو پیر آباد ضلع مردان میں والد صاحب نے مولوی ارشاد احمد کے ہاں تقریب دستار بندی میں شرکت کی۔

۲ مئی: والد صاحب کی آنکھوں کا معائنہ کرنل پیرزادہ صاحب نے پشاور میں کیا۔

۳ مئی: ہدایہ اور حماسہ کے طلباء کیلئے کھجور لے جانے ہیں۔ ۷ مئی: مانکی شریف میر اکبر خان کی بھاوج کے جنازہ میں شمولیت ہوئی۔

۹ مئی: شام راولپنڈی صالحین صاحب کے ہاں دعوت طعام والد صاحب کا سی ایم ایچ میں کرنل پیرزادہ سے آنکھوں کا معائنہ۔

۱۱ مئی: حاجی الطاف الٰہی (ابن حاجی کرم الٰہی [خسر تحریر]) پشاور کے ہاں استقبالیہ میں شرکت ہوئی اور شام کو رسالپور آئس فیکٹری میں استقبالیہ و دعوت حجاج میں شریک ہوا۔ جس کا اہتمام ہمارے مخلصین نواب محمد سلیمان ،نواب حبیب الرحمٰن وغیرہ نے کیا۔

۱۲ مئی: دوپہر مردان مولانا سعد الدین کے ہاں دعوت استقبالیہ اور پھر شام کو حافظ حسین احمد صاحب پار ہوتی مردان کے ہاں دعوت میں شرکت کی اگلی صبح واپسی ہوئی۔

مولانا عبدالغفور عباسی رحمت الٰہی کی آغوش میں

۱۷ مئی: صد افسوس کہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مایہ ناز بزرگ اور روحانی رہنما حضرت مولانا شاہ عبدالغفور صاحب عباسی مہاجر مدینہ طیبہ امت کو داغ مفارقت دے گئے۔ سانحہ یکم ربیع الاول ۱۳۸۹ھ بروز ہفتہ عشاء کے بعد پیش آیا۔ جنازہ مسجد نبوی میں نماز فجر کے بعد ہوا۔ ذیابیطس ضعف اعصاب وغیرہ کی تکالیف عرصہ سے لاحق تھیں' اس کے باوجود امسال بھی حج کیلئے تشریف لے گئے تھے۔ عرفات جاتے ہوئے منیٰ میں طبیعت نڈھال ہوئی اور بے ہوش ہوگئے۔ اوراسی حالت میں وقوف عرفہ کا فریضہ ادا ہوا۔ اس گنہگار کو بھی منی اور عرفات میں معیت کا شرف حاصل رہا۔ اس حج میں عجیب مسرت اور جذب و ناز کی کیفیات طاری رہیں۔ افسوس کہ مدینہ طیبہ کی وہ عباسی خانقاہ اجڑ گئی، جہاں پہنچ کر روحانی پیاسوں اور تھکے ماندوں کو شفقت غفوری اپنی آغوش میں ڈھانپ لیتی تھی' ہماری دعا ہے کہ جانے والے پر رحمتوں اور رہ جانے ولوں پر صبر واجر کی بارش ہو۔ اور مدینہ طیبہ کی منزل عباسی اسی طرح قائم و دائم رہے۔ امین۔

۲۹ رمئی: مفتی محمود صاحب کی صبح دارالعلوم میں تشریف آوری ہوئی

۳۱ رمئی: حضرت مولانا عبداللہ درخواستی صاحب کا آنا ہوا۔

دوسری ہمشیرہ زوجہ مولانا اشرف علی قریشی مرحوم کی نسبت

دوسری ہمشیرہ ''نصرت بی بی'' کی نسبت مولانا اشرف علی صاحب بن مولانا عبدالودود قریشی خطیب مسجد مہابت خان بانی جامعہ اشرفیہ پشاور سے طے ہوئی۔نسبت کے سلسلہ میں ۸ جون ۶۹ بروز اتوار کافی لوگ پشاور سے آئے۔ دارالعلوم کے دارالحدیث میں چائے وغیرہ سے تواضع کی گئی۔عصر کی نماز کے بعد مہمان واپس چلے گئے۔

حضور ﷺ کا منامی ارشاد جو تیسرے روز پورا ہوا

یکم رجولائی: ایک متورع طالب علم نے حضور اقدس ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ مولانا عبدالحق صاحب کی شکل وصورت میں ہیں پھر حضور ﷺ نے خواب میں حضرت مولانا صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اپنی اس امت (مراد دارالعلوم کے طلبۂ تھے) کو سمجھاؤ کہ عورتوں کی طرف نہ دیکھیں۔

صدر یحییٰ کی بیوی، بیٹی کا والد ماجد کے پاس دعا کے لئے آنا

۳ رجولائی: اس خواب کے دو دن بعد صدر یحییٰ کی بیوی، بیٹی اور دیگر خواتین، خواجہ حسن عسکری کی والدہ (بیگم آف ڈھاکہ) والد صاحب سے ملنے دارالعلوم آئیں،انہیں مسجد کے مغربی جانب ناظم مولانا سلطان محمود صاحب کے کوارٹر میں بٹھایا گیا۔ ابتداء میں انہوں نے یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ وہ کون ہیں۔کچھ دیر یہاں قیام کیا اور تعویز واذکار دعائیں لیں،اسی اثناء میں کسی خاتون کے منہ سے نکلا کہ صدر یحییٰ کی اس بچی کے لئے امتحان میں پاس ہونے کی دعا فرمادیں۔ اس طرح یہ راز کھل گیا۔ پھر والد صاحب نے صدر کی بیوی کو جنرل ایوب خان کے زوال کے اسباب کی طرف متوجہ کیا کہ اپنے شوہر سے کہہ دو کہ ان سے نصیحت پکڑلے ایوبی دور کے غیر شرعی قوانین فیملی لاز کی تنسیخ پر زور دیا اور اس کی تشریح کی انہوں نے کچھ نذرانہ پیش کرنا چاہا تو والد صاحب نے کہا کہ ہمارا نذرانہ صرف یہ ہے کہ تم اسلام کی خدمت کرو عہدہ منصب مال ودولت کے ہم طلب گار نہیں۔ وہ انتہائی متاثر ہو کر اداب بجالاتے ہوئے چلی گئیں اور آئندہ بھی استفادہ کے لئے حاضری کی خواہش ظاہر کی یہ خواتین بڑی بڑی گاڑیوں میں آئی تھیں اور بجائے خود دعوت تماشہ تھیں جاتے وقت دارالعلوم کے طالب علم آس پاس جمع ہو گئے تو حضرت والد صاحب نے خدام کو بھیجا کہ طلبۂ کو سختی سے ڈانٹ کر ہٹادیں اور کہا

کہ عورتوں کی جانب نہ دیکھیں اس طرح دو دن کے بعد حضور ﷺ خواب کی عملی تعبیر ظاہر ہوئی۔

فرزند شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی آمد

۱۵ر جولائی: حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب کویت سے کراچی پہنچے ان کے ویزہ کے سلسلے میں احقر کا اسلام آباد راولپنڈی جانا ہوا وزارت داخلہ کے متعلقہ حکام نے مہربانی کر کے آپ کو سخا کوٹ اور اکوڑہ خٹک کا ویزہ عنایت فرمایا۔ ۱۶ر جولائی: مولانا اسعد مدنی شام ساڑھے سات بجے پشاور ہوائی اڈے پر کراچی سے پہنچے والد صاحب، مولانا عزیر گل اسیر مالٹا اور دیگر حضرات استقبال کیلئے موجود تھے رات مولانا ایوب جان بنوری کے گھر پر ٹھہرے میں اپنے احباب کیساتھ جامعہ اشرفیہ عیدگاہ پشاور میں ٹھہرا۔ ۱۷ر جولائی: صبح ۸ بجے مولانا اسعد مدنی اپنے احباب و اکابر کے ساتھ سخا کوٹ روانہ ہوئے بندہ رفقاء سعید الرحمٰن وغیرہ کے ساتھ دوسرے جیپ میں روانہ ہوا دوپہر مولانا عزیز گل کے حجرہ (مہمان خانہ) پر قیام رہا اور پر لطف گفتگو میں شمولیت کی تحریک ریشمی رومال کے بارے میں خصوصی گفتگو رہی مولانا عزیر گل کا حسب سابق ناچیز پر لطف و عنایت اور شفقت کا بھرپور مظاہرہ رہا عصر ساڑھے پانچ بجے مولانا اسعد کا قافلہ دارالعلوم حقانیہ پہنچا گھنٹہ ڈیڑھ قیام کے بعد نماز عصر دارالعلوم کی وسیع مسجد میں پڑھائی اور کتب خانہ میں چائے نوش فرمائی دارالعلوم کا معائنہ کرنے اور دارالحدیث میں کچھ دیر بیٹھنے کے بعد پشاور ہوائی اڈہ بغرض واپسی روانگی ہوئی اور ۸ بجے وہاں سے کراچی روانہ ہوئے

مولانا اسعد مدنی کے تاثرات

حضرت مولانا نے دارالعلوم کے کتاب الاراء میں مندرجہ ذیل تاثرات رقم کیے:

آج یکم جمادی الاول جمعرات ۱۳۸۹ھ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک استاذی المحترم حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہم کی دعوت پر آیا مجھے خوشی ہوئی دارالعلوم سے ہمارے حضرت مدنی قدس سرہٗ کا خاص تعلق تھا یہ تمام مدنی حضرات جو دارالعلوم کے دارالحدیث میں میرے چاروں طرف بیٹھے ہیں یہ ہمارے حضرت قدس سرہٗ کی یادگار ہیں اللہ تعالیٰ اس دارالعلوم کو قائم ودائم رکھے اور اس کے تمام متعلقین اور معاونین اور خصوصی طور پر مولانا عبدالحق صاحب کو سلامت رکھے (آمین)

صدر یحییٰ سے ملنے سے انکار

صدر یحییٰ کے ملٹری سیکرٹری نے رات کو فون کر کے اصرار کیا کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ صدر یحییٰ

سے ملاقات کریں اور مجھے کہا کہ حضرت سے اجازت لے کر وقت متعین کر دیا جائے گا۔ میں نے حضرت تک بات پہونچا دی۔ مگر حضرت شیخ الحدیث کی فراست انہیں اس کی اجازت نہیں دے رہی تھی بڑے پریشان ہوئے دوسرے روز مجھے درسگاہ میں آ کر بلایا اور کہہ دیا کہ صدر کے ملٹری سیکرٹری کا فون آئے تو صدر سے ملاقات کے لئے وقت کا تعین نہ کرو بیکار آدمی سے ملنا فضول ہے۔

سفر ایبٹ آباد

۱۹ر جولائی: اپنے مخلص دوست محمد رفیق خان ڈھیری جولگرام ملاکنڈ ڈسٹرکٹ انجینئر ہزارہ کی دعوت پر رات ایبٹ آباد پہنچا، قاری سعید الرحمٰن صاحب نے ساتھ رہنا تھا مگر پروگرام کے گڑبڑ (غیر یقینی) ہونے کی وجہ سے بغیر ملے ایبٹ آباد سے واپس ہوئے۔ عزیز گرامی قدر شفیق الدین فاروقی ہمیشہ کی طرح سفر میں ساتھ تھے۔

وادی کاغان بالاکوٹ اور سیدین شہیدینؒ کے مزارات پر حاضری

۲۰ر جولائی: صبح بذریعہ جیپ بالاکوٹ سے ہوتے ہوئے وادی کاغان جانا ہوا ۳۷ میل بعد مہانڈری میں قدرے آرام کیا ریسٹ ہاؤس میں ظہر کا کھانا کھایا رات دس بجے ایبٹ آباد واپسی ہوئی جہاں ڈاگ بنگلہ میں قیام رہا اس سفر کے دوران بالاکوٹ میں سیدین شہیدینؒ کی زیارت کیلئے بھی حاضری ہوئی شام کی نماز حضرت شاہ اسماعیل شہید کے مزار کے پہلو میں تاخیر سے پڑھائی

معروف الیاسی مسجد، مدرسہ رحیمیہ کے مہتمم سے ملاقات اور نتھیا گلی کی سیر

۲۱ر جولائی: دوپہر کو ایبٹ آباد نواں شہر میں مسجد الیاسی دیکھی، چشمے کے پانی سے غسل کیا مدرسہ رحیمیہ واقع مسجد ھذا کا معائنہ کیا مدرسہ مہتمم مولانا محمد نواز صاحب (والد صاحب کے زمانہ دیوبند کے تلمیذ) سے ملاقات رہی ساڑھے چھ بجے ایبٹ آباد بذریعہ کار نتھیا گلی جانا ہوا رات وہاں پر لطف مقام ویلی ویو ہوٹل میں قیام رہا۔

آج چاند پر امریکی خلاء باز اترے

اس سفر کے دوران تسخیر قمر کا تاریخی واقعہ سامنے آیا، چاند پر خلاء باز اترے ہوئے تھے، ہم پیچ دار فلک پیما پہاڑی راستوں میں جگہ جگہ گاڑی روک روک کر مسخر شدہ چاند کی بے بسی کو دیکھتے اور خلاباز وں نیل آرمسٹرانگ وغیرہ کی خرامانیوں سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ تسخیر چاند کا انسان کیلئے ایسا قطعی مشاہدہ نصیب سے دیکھنے میں آ رہا تھا۔ وسخر لکم القمر (الایۃ) سبحان اللہ وبحمدہ سبحان العظیم

مولانا خیر محمد جالندھری کی عیادت

۲۲ / جولائی: دن بھر نتھیا گلی قیام رہا شام کو ایبٹ آباد واپسی کے بعد از عشاء سی ایم ایچ ہسپتال ایبٹ آباد کے آفیسر وارڈ میں مولانا خیر محمد صاحب جالندھری کی عیادت کی انہوں نے پتھری کا آپریشن کیا ہے۔

۲۳ / جولائی: دوپہر ایبٹ آباد سے گھر واپس پہنچا۔

آج کل مدارس اس کا نظام و نصاب تعلیم اس کی اصلاح ،اسے قومی دھارے میں شامل کرنے اور حکومت کے کنٹرول میں دینے کی باتیں موضوع سخن ہیں، یہ سب کچھ مملکت خداداد پاکستان میں ایسا نہیں ہر صاحب اقتدار نے ایسے اقدامات اٹھانے کا عندیہ دیا، تاہم مدارس کا یہ خدائی نظام پھیلتا اور پھولتا رہا۔ اغیار نے اسے کمزور کرنے کے لئے لاکھ جتن اور ہر قسم کے حربے آزمائے لیکن.....

اگرچہ بت ہیں جماعت کے آستینوں میں
بہار ہو کہ خزاں مجھے ہے حکم اذاں لا الہ اللہ

اس موضوع کے حوالہ سے حضرت شیخ الحدیث جدی المکرّم مولانا عبدالحقؒ کے تاثرات ورائے جو کہ ۴۵ برس قبل کے ہیں، یہی آج بھی اہل علم وفکر اور ارباب مدارس کی رائے ہے، پیش خدمت ہے۔ (مرتب)

مجوزہ تعلیمی پالیسی اور مدارس عربیہ (اداریہ اگست ۱۹۶۹ء)

جنرل آغا محمد یحیٰی خان صاحب صدر مملکت خداداد پاکستان اوران کے معزز رفقاء نے مملکت کی فلاح کے لئے کئی اصلاحی قدم اٹھائے ہیں اور بہت سے امور کی اصلاح کی طرف توجہ دی جارہی ہے چنانچہ تعلیم کی اصلاح اور بہبود کی خاطر نئی تعلیمی پالیسی کا اعلان بھی حکومت کے اسی نیک جذبہ کا مظہر ہے اس پالیسی میں مروجہ دو قدیم اور جدید تعلیمی نظاموں میں تبدیلی کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے واشگاف الفاظ میں اس حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے کہ جدید تعلیم کا مقصد سرکاری ملازمت کے لئے نوجوان طبقہ تیار کرنا تھا۔ اوراس تعلیم میں کوئی ایسی خوبی نہ تھی جو نوجوانوں کو ایک آزاد ترقی پذیر قوم کی سیاسی، سماجی، یا اقتصادی ضروریات سے آگاہی بخشے، بالفاظ دیگر جدید تعلیم کا مقصد لارڈ میکالے کی پالیسی کو پورا کرنا تھا جو حکومت چلانے کیلئے صرف مشینی پرزوں کی طرح کام دے سکیں۔ ان کا قالب تو پاکستانی یا ہندوستانی ہو مگر دل ودماغ مغربی ہو۔ قوم کی حقیقی فلاح و بہبود، ملک اوردین کی بھلائی اخلاق اور سماج کی تطہیر اور معاشرہ کی تربیت سے اس تعلیم کو کوئی غرض نہیں تھی۔ دوسری طرف قدیم تعلیم ہے جو عربی مدارس اور دارالعلوموں میں درس نظامی کی شکل میں رائج ہے جس کے بارہ میں رپورٹ میں اعتراف کیا گیا ہے کہ اس نظام نے اپنے وقت میں ریاستی ضروریات سے آگاہی بھی بخشی اوراس نظام نے بڑے بڑے مفکر، عالم دانشور اور منتظم بھی پیدا کئے۔ اس

نظام میں بذریعہ حفظ وتکرار علوم دینیہ بزبان عربی اس لئے پڑھائے جاتے ہیں کہ خارجی اثرات سے اسلامی ثقافتی اقتدار کا تحفظ ہوسکے۔ گویا رپورٹ میں پہلی بار اس حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے کہ عربی قدیم نظام تعلیم نے اب تک اسلامی اقدار وشعائر اور اسلامی تہذیب کو باقی رکھا ہے یعنی دین کا تحفظ کیا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ دوسو برس کی غلامی اور بدترین استبداد کے باوجود اگر آج دین اپنی صحیح شکل ومحفوظ ہے تو اس کا سہرا ان قدیم علوم پڑھانے والوں کے سر ہے۔ اگر دینی مدارس اپنی موجودہ آزاد شکل میں نہ ہوتے تو آج یہ برصغیر بھی بخارا اور تاشقند یا اندلس کا نمونہ پیش کرتا مگر بحمد للہ تقریباً سو فیصد مسلمانوں کا عقائد صحیحہ پر جمے رہنا اور نصف سے زیادہ مسلمانوں کا عملاً اسلامی تہذیب اور اعمال پر قائم رہنا یہ ان مدراس عربیہ کی خدمات جلیلہ کے بارآور ہونے کی واضح دلیل ہے مدتوں اس پروپیگنڈے کے بعد کہ دینی مدارس کا وجود بالکل لغو اور بیکار ہے موجودہ نئی رپورٹ میں ان مدارس کا اسلامی اقدار کے تحفظ کے سلسلہ میں اعتراف کرنا موجودہ حکومت کی نیک نیتی خلوص اور حق پسندی کی دلیل ہے اس رپورٹ سے کم ازکم یہ تو واضح ہو جاتا ہے کہ لارڈ میکالے کے نظام تعلیم نے نہ تو دین کی خدمت کی اور نہ مملکت کی فلاح اور ترقی کیلئے کوئی خاطر خواہ رہنمائی کی اور اس عرصہ میں مدارس عربیہ نے اگرچہ دنیاوی علوم اور دنیاوی مفاد سے سروکار نہ رکھا مگر دین اسلام کے تحفظ کا کام تو ان مدارس نے انجام دے ہی دیا اگرچہ ہمارے خیال میں دنیوی علوم اور ترقی سے بے اعتنائی کا الزام بھی ان مدارس پر صحیح نہیں، مگر تھوڑی دیر کے لئے اگر یہ بات مان لی جائے تب بھی یہ الزام درست نہیں ہوسکتا کیونکہ ہمارا نظریہ ہے کہ تمدن اور اخلاق ومعاشرت کی اصلاح اور تطہیر ہی دنیوی ترقی کا سبب ہے آج بھی جن لوگوں میں مذہب کی حرمت باقی ہے ان میں بے دین اور لا مذہب لوگوں کی بہ نسبت برائیاں بہت کم ہیں تو جس قوم میں دین ہوگا اس کو حقیقی دنیوی ترقی بھی میسر ہوگی وہ ملک ملت اور قوم وحکومت کا خیر خواہ اور اپنے فرائض کی بجا آوری کرنے والا ہوگا اس لحاظ سے ایک نظریاتی مملکت جسکی اساس اسلام ہو جسکی بقاء مذہب اور مذہبی اقدار پر موقوف ہو اگر کوئی تعلیمی نظام اس بنیادی اور نازک ترین مقصد (مذہب کے تحفظ، فروغ اور اشاعت) کو پورا کر رہا ہو تو جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ اس بلند مقصد کو پورا کرنے والے قدیم نظام تعلیم کے بارہ میں یہ کہنا کہ یہ ہماری قومی ضرورتوں کو پورا نہیں کرتا ایک گونہ لاعلمی اور زیادتی ہے۔

تاہم رپورٹ کے مطابق اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ نظام بھی ہماری موجودہ ضرورتوں کو پورا نہیں کرتا اور صرف دین کی خدمت اور دینی اقدار کا تحفظ ہی اس کا مقصد رہا اور برصغیر کی دوسو سالہ تاریخ اسکی شہادت دے رہی ہے کہ یہ نظام اس مقصد میں کامیاب رہا۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

تذکرہ شیر خداؓ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (التوبہ:۱۰۰)

''اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور تیار کر رکھا ہیں واسطے ان کے باغ کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں وہ سکونت اختیار کریں گے انہی میں ہمیشہ یہی ہے بڑی کامیابی۔''

وعن ابن عمر قال أخٰی رسول اللّٰہ ﷺ بین اصحابہ فجاء علی تدمع عیناہ فقال اخیت بین اصحابك ولم تواخ بینی و بین أحد فقال رسول اللّٰہ ﷺ انت اخی فی الدنیا والاخرۃ (ترمذی)

''حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد اپنے اصحاب میں مواخاۃ قائم فرمائی اور حضرت علی آئے اس حال میں کہ دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور فرمایا کہ آپ ﷺ نے تمام اصحاب میں مواخاۃ قائم فرمائی اور میرے اور کسی دوسرے کے درمیان آپ ﷺ نے مواخاۃ قائم نہیں فرمائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تم میرے بھائی ہو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔''

شہادت عثمانؓ

محترم حضرات! پچھلے جمعے آپ حضرات کے سامنے حضرت سیدنا عثمان غنیؓ کے فضائل ومناقب اور ان کے سخاوت وصفات کا تذکرہ کیا تھا اور ان کی شہادت کا المناک واقعہ وقت کی کمی کے باعث بیان نہ ہوسکا۔ آج ان کی شہادت کا مختصر ذکر اور پھر خلیفہ رابع داماد رسول شیر خدا حضرت علی المرتضیٰؓ کی زندگی کے

چند پہلوؤں پر بات کرنے کی کوشش کرونگا۔

حضرت عثمان غنیؓ نے تقریباً بارہ دن کم بارہ سال تک حکومت کی اور تقریباً ۳۶۰۰ علاقے فتح کئے لیکن یہودیوں اور منافقوں سے یہ ترقی کا دور دیکھا نہ جا سکا اور آخر کار حضرت عثمانؓ کی بغاوت پر اُتر آئے اور مدینہ منورہ میں بغاوت کی آگ لگانا شروع کر دی اور پھر یہ سلسلہ مسجد نبوی تک جا پہنچا اور حضرت عثمان غنیؓ سے خلافت چھوڑنے کا مطالبہ کیا۔ لیکن حضرت عثمان نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے آخری وقت میں مجھے وصیت فرمائی تھی کہ اے عثمان! اللہ تعالیٰ تجھے خلافت کی ایک قمیص پہنائے گا اور اس خلافت میں تجھ سے کام لے گا۔ باغی تیرے خلاف اُٹھ کر کھڑے ہوں گے اور وہ کہیں گے کہ خلافت کی قمیص اُتار دے۔ اے عثمان! اگر تو نے باغیوں کے کہنے پر خلافت کی قمیص اتاری تو قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا خلافت نہ چھوڑنا۔

اس کے بعد حضرت عثمانؓ پر مسجد نبوی میں نماز پڑھنے پر بھی باغیوں نے پابندی لگا دی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا! کہ آپ اجازت دیں کہ ہم باغیوں کا مقابلہ کریں لیکن حضرت عثمان نے سختی سے منع فرمایا۔ آخر کار یہ محاصرہ بڑھتے بڑھتے حضرت عثمان کے گھر تک جا پہنچا۔ حضرت عثمان گھر میں محصور رہے لیکن باغیوں نے ان کو گھر میں بھی نہ چھوڑا اور گھر میں داخل ہو کر آپ کو شہید کر دیا۔ اس وقت آپ قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف تھے اور ظالموں نے دوران تلاوت ہی آپ کو بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔ جس سے قرآن مجید کے مقدس اوراق بھی خون آلودہ ہو گئے۔

خلافت علی

محترم سامعین! حضرت عثمان کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کو خلافت کی ذمہ داری سونپی گئی۔ حضرت علیؓ نبی کریم ﷺ کا چچا زاد بھائی، داماد، غم خوار اور ہم راز ہیں، محبّ اور محبوب بھی ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے۔

عن سهل ابن سعدؓ ان رسول الله ﷺ قال يوم خيبر لا عطين هذه الراية غدا رجلا يفتح الله على يديه يحب الله ورسوله ويحبه الله و رسوله فلما: قال فبات الناس يدوكون ليلتهم ايهم يعطاها اصبح الناس غدوا على رسول الله كلهم يرجو ان يعطاها فقال: "اين على بن ابى طالب" فقيل هو يا رسول الله ﷺ يشتكى عنيه۔الخ (رواہ لبخاری)

حضرت سھل بن سعدؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا کہ کل میں یہ جھنڈا ایک ایسے شخص کو دونگا جس کے ہاتھوں سے خداوند تعالیٰ قلعہ خیبر کو فتح کرائے گا اور وہ شخص اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت رکھتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو تمام لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں یہ امید لیکر حاضر ہوئے کہ وہ جھنڈا انہیں ملے گا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: علی بن طالبؓ کہاں ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ انکی آنکھیں دکھتی ہیں۔ آپ نے آنکھوں پر لعاب دھن لگایا تو وہ فوراً ٹھیک ہوگئی۔ اور پھر آپ ﷺ نے علم جہاد حضرت علیؓ کے حوالے کیا۔

حدیث بہت طویل ہے لیکن میرا مقصود بیان یہ ہے کہ آپؓ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں۔

بہرحال تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بار حضرت علیؓ کو ایک جہادی مہم کیلئے روانہ فرمایا۔ دیگر صحابہ کرام بھی ساتھ ہیں۔ شیر خدا ان کا امیر لشکر ہیں۔ مہم کامیاب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نفرت سے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ بعض حضرات نے حضرت علیؓ کے کس عمل کو غلطی فہمی کی بنیاد پر صحیح نہ سمجھا اور حضور ﷺ سے شکایات کر دی چونکہ وہ شکایات درست نہ تھی تو حضور ﷺ کو یہ شکایات ناگوار گزری اور حضرت علیؓ سے خصوصی تعلق و محبت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا کیا گیا:

عن عمران بن حصینؓ ان النبی ﷺ قال! ان علیا منی اور انا منه وهو ولی کل مؤمن

''عمران بن حصین سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا علیؓ مجھ سے ہیں اور میں علیؓ سے ہوں اور علیؓ ہر مومن کا دوست ہے۔'' (رواہ الترمذی)

آپ ﷺ کے ارشاد کا مطلب اور مدعا یہ ہے کہ ہر صاحب ایمان کو حضرت علیؓ سے دوستی اور محبت کا تعلق رکھنا چاہیے۔ اسی طرح ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو دنیا اور آخرت میں اپنا بھائی کہا اور فرمایا

انت اخی فی الدنیا والاخرة (ترمذی)

وصی رسول ﷺ

محترم سامعین! حضرت علیؓ کو اللہ تعالیٰ نے بڑے اعزازات سے نوازا۔ خصوصاً ایمان لانے والے بچوں میں سب سے پہلے آپؓ ہی ایمان لائے اور پھر تمام مشکل حالات میں نبی کریم ﷺ کے دست راز اور معاون رہے۔ روایات میں آتا ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ **وانذر عشیرتك الاقربین** اپنے قریبی

رشتہ داروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایئے تو آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور کہا علیؓ! اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں اور خاندان کو اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دوں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراؤ لیکن میں اپنے آپ کو اس کام اور ذمہ داری میں بڑا مجبور پاتا ہوں کیونکہ جب میں انہیں دعوت دوں گا تو یہ مجھے ایذا اور تکالیف پہنچائیں گے۔ اسلئے اس حکم کو پورا کرنے میں خاموشی اختیار کی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تشریف لا کر فرمایا کہ اے محمد ﷺ اگر تم اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی بجا آوری نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے گا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا علی! تم آدھ سیر اور تین پاؤ کا کھانا تیار کرو اور اس پر بکری کی ران بھون کر رکھ دینا اور ایک پیالہ دودھ کا لا کر رکھ دینا۔ اس کے بعد تمام بنی عبدالمطلب کو میرے پاس بلانا۔ میں نے ایسا ہی کیا اور تمام بنی عبدالمطلب کو بلایا جو تقریباً ۴۰ افراد تھے۔ دستر خوان پر میں نے کھانا لا کر رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے گوشت کا ایک ٹکڑا اپنے دانت مبارک سے کاٹا اور اس برتن کے کناروں پر رکھ دیا اور پھر فرمایا! بسم اللہ کر کے کھانا شروع کیجئے۔ تمام لوگوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھالیا۔ میں صرف ان کے ہاتھ چلتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور خدا کی قسم وہ کھانا اتنا تھا جس سے صرف ایک آدمی سیر ہوسکتا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی! ان سب کو پلاؤ میں نے وہ دودھ سب کو پلایا اور وہ دودھ بھی اتنا تھا کہ صرف ایک آدمی کیلئے کافی تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ان کو توحید کی دعوت دینا چاہی تو آپ ﷺ کے چچا ابولہب نے کھڑے ہو کر کہا۔ عرصہ سے یہ تم پر جادو کر رہا ہے یہ سن کر تمام جماعت اُٹھ کھڑی ہوئی اور آپ ﷺ نے کچھ نہ فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے ان کی دعوت کی۔ ابولہب نے اس بار بھی کچھ کہنا چاہا مگر رسول اللہ ﷺ نے پہل کر کے فرمایا: اے بنو مطلب میں نہیں جانتا کہ کس عرب نے مجھ سے پہلے اس سے بہتر کوئی نعمت تمہارے پاس لایا ہو، جو نعمت میں تمہارے پاس لے کر آیا ہوں جس میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس بھلائی کی دعوت دوں۔ تم میں سے کون اس معاملہ میں میرا بوجھ اُٹھانے کیلئے آمادہ ہوتا ہے تاکہ وہ میرا بھائی بنے میرا وصی ہو اور میرا جانشین ہو۔ یہ سن کر سب حاضرین صامت اور ساکت رہے۔ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے فوراً اُٹھ کر کہا! یا نبی اللہ! میں ہی اس معاملے میں آپ ﷺ کا بوجھ اُٹھاؤں گا اور آپ ﷺ کا مددگار اور وزیر بنتا ہوں، حالانکہ اس وقت میں ان میں سب سے چھوٹا، چھوٹی چھوٹی آنکھیں، پتلی پتلی پنڈلیوں اور بڑے پیٹ والا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے میری گردن تھام کر کہا یہ میرا بھائی ہے، میرا وصی، میرا خلیفہ اور میرا جانشین ہے تم اس کی بات سنو اور جو کہے اُسے بجالاؤ اس پر ساری جماعت ہنسنے لگی اور انہوں نے ابو طالب سے کہا سنو تم

کو حکم ہوا ہے کہ تم اپنے لڑکے کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔ آمدم برسر مطلب: آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو پہلی بار اپنا وصی، خلیفہ اور جانشین فرمایا جو بہت بڑا اعزاز و اکرام ہے۔

شجاعت علیؓ

محترم سامعین! حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے شجاعت اور بہادری بھی عطا کی تھی۔ غزوہ خیبر کی مشہور جنگ میں اپنے بہترین کارناموں کے بدولت وہ قلعہ جو فتح نہیں ہو رہا تھا اُس کا دروازہ اُکھاڑ پھینکا اور ان کے ہاتھوں ہی خیبر کا مشہور پہلوان مرحب قتل ہوا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ شجاعت اور بہادری کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کو معاملہ فہمی اور فیصلوں کی طاقت بھی عطا فرمائی تھی۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: واقضا ھم علی یعنی مشکل مسائل کے حل کیلئے سب سے زیادہ قدرت رکھنے والے علیؓ ہیں۔

عدالت علیؓ

حضرت علیؓ نے فیصلوں اور عدل و انصاف کے واقعات سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں ایک عورت جس پر زنا کا الزام تھا سزا کے لئے لائی گئی۔ حضرت عمر فاروقؓ کے پوچھنے پر عورت نے گناہ کا اقرار کرلیا جو بوجہ خوف تھا سرکاری اہلکار اُس کو پکڑ کر سنگسار کرنے کیلئے لے گئے۔ حضرت علیؓ نے ان سے پوچھا کہ اس عورت کو کہاں لے کر جا رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے ان سے کہا اس عورت کو چھوڑ دو اور خود حضرت عمر فاروقؓ کے پاس چلے گئے اور عرض کیا کہ آپ نے اس عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے؟ حضرت عمر فاروقؓ نے جواب دیا ہاں کیونکہ اس نے میرے سامنے جرم کا اعتراف کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا! قصور اس عورت کا ہوسکتا ہے لیکن اس بچے کا نہیں جو اس کے پیٹ میں موجود ہے۔ لہٰذا اس معاملے کا خیال کرنا ضروری ہے پھر حضرت علیؓ نے کہا کہ شاید یہ عورت آپ سے مرغوب ہوگئی ہو اور خوفزدہ ہو کر اس نے اقرار کر لیا ہو، حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا "لو لا علی لھلك عمر" اگر علی نہ ہوتے تو عمر کب کا ہلاک ہو جاتا۔

دنیا سے بے رغبتی

معزز سامعین! حضرت علیؓ بے شمار خوبیوں اور صفات کے مالک تھے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مشورے پر مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ بنے اور بہترین خلیفہ ثابت ہوئے۔ آپ کے دور خلافت میں

اسلامی خزانہ (بیت المال) اموال غنیمت سے بھرا پڑا تھا۔ دنیا، مال و دولت، سونا اور چاندی کا آپ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ ایک دفعہ آپ نے بیت المال سے مخاطب ہو کر فرمایا "یادنیا غر غیری" اے دنیا کے مال و مال کسی غیر کو دھوکہ دیں تو مجھے دھوکہ نہیں دے سکتی اور اسی وقت حکمنامہ جاری کر کے تمام مال غرباء و مستحقین میں تقسیم کر دیا۔

سخاوت علیؓ

آپؓ کے بے مثال سخاوت کا ایک واقعہ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپکے جگر گوشہ حضرات حسینؓ بیمار ہوئے تو حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ نے نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ ان صاحبزادگان کو صحت دیں تو ہم دونوں تین دن روزے رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت یابی نصیب فرمائی تو دونوں میاں بیوی روزے رکھنے لگے۔ اب افطاری کیلئے بندوبست کرنے لگے۔ ایک یہودی تاجر سے اون کاتنے کیلئے ۳ صاع جو یا آٹے پر بات ہوئی ایک حصہ اون حضرت فاطمہؓ نے کاتی اور ایک صاع جو پیس کر اسکی پانچ روٹیاں پکائیں ایک ایک اپنے لئے دو روٹیاں صاحبزادوں کیلئے اور ایک اپنی کنیز کیلئے۔ شام کو آپؓ نے نماز مغرب پڑھی تو ایک سائل نے دروازے پر دستک دی اور صدا لگائی میں ایک محتاج مسکین ہوں کئی دن کا بھوکا ہوں مجھے کچھ کھلائیں اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کا کھانا کھلائیں گے۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ روٹیاں اس مسکین کو دے دیتے ہیں کنیز نے وہ تمام روٹیاں اس مسکین کو دے دیں دوسرے روز پھر ایک صاع آٹا پیس کر ۵ روٹیاں پکائیں۔ اور پھر وہی کل والا معاملہ پیش آیا اور ۵ روٹیاں مسکین کو دے دیں پھر تیسرے روز بھی یہی معاملہ ہوا اور یہ گھر والے تمام افراد بھوکے رہے۔ صبح روزہ تو تھا نہیں لیکن کھانے کیلئے گھر میں بھی کچھ نہیں تھا۔ نبی کریم ﷺ نے آکر اپنی لخت جگر کی حالت دیکھی تو فرمایا آپ لوگوں کے بارے میں آیت نازل ہوئی ہے کہو يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۔

محترم سامعین! یہ حالت تھی صحابہ کرامؓ کی جو میں آپ حضرات کے سامنے تین چار جمعوں سے ذکر کر رہا ہوں کہ ان کے ایمان کا حال کیسا تھا؟ اور ان کی دنیا کیسی تھی؟ آج ہم اپنی حالت پر سوچیں کہ ہمارے پاس دنیا کی ہر چیز موجود ہے مگر ایمانی لحاظ سے ہم کافی کمزور ہیں۔ آیئے! یہ عہد کریں کہ صحابہ کرامؓ کی طرح اطاعت، فرمانبرداری، اُن جیسا ایمان اپنے آپ میں لانے کی کوشش کریں گے۔

رب العزت ہم سب کو صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

زیر تعمیر جامع مسجد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا فیس بک اکاؤنٹ

https://www.facebook.com/jamiamasjidmolanaabdulhaq

جناب ابوالخیر عارف محمود

اگر یہ مدارس نہ رہے تو!

ایک مسلمان کے لیے یہ بات باعث افتخار ہے کہ اس کو اللہ تعالی نے اسلام کی صورت میں ایک مکمل اور زندہ و جاوید دستور حیات مرحمت فرمایا ہے، مسلمانوں کا چودہ صدیوں پر محیط ایک شاندار اور درخشاں ماضی ہے، ان کے پاس ایک عظیم الشان تہذیب وثقافت ہے، قرآن وسنت کی شکل میں ان کے پاس خدائی رہنمائی موجود ہے، قرن اول سے لے کر عصر حاضر تک علمائے اسلام کی جہد مسلسل کے نتیجہ میں فقہ اسلامی کی عظیم علمی میراث اور بے مثال دستور حیات کا ذخیرہ انہیں میسر ہے، یہ مسلمان ہی تھے اور ہیں کہ جنہوں نے دنیا کو خدائی ہدایت اور رہنمائی سے روشناس کروایا، انہیں شرک، کفر اور جہالت کی اتھاہ گہرائیوں سے نکال کر ایمان وایقان اور علم کی روشنیوں سے مالا مال کیا، دنیائے انسانیت کو دستور حیات دیا، انہیں تہذیب دی، امن دیا، مظلوموں اور ناداروں سمیت تمام طبقات انسانی کو حقوق دیے، غرض انسانیت کو جینے کا سلیقہ اور قرینہ عطا کیا۔

مسلمانوں کے عروج سے انسانی دنیا اور ان کی زندگیوں پر جو مثبت اور زوال سے جو منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں تاریخ انسانی سے واقف ایک ادنی طالب علم بھی اس کا انکار نہیں کرسکتا، لیکن انسانوں میں ہمیشہ سے ایک ایسا استعماری طبقہ چلا آرہا ہے جو اپنے سینوں میں موجود کینہ، بغض اور حسد کی بنا پر انسانیت کو آسمانی ہدایت و رہنمائی سے محروم کرکے ان کا استحصال کرنا چاہتا ہے، اسی غرض سے اس استعماری طبقہ نے ہر دور میں خدائی ہدایت و رہنمائی کے علم بردار مسلمانوں سے مختلف میدانوں میں جنگیں لڑیں، مسلمانوں کی اجتماعیت جب تک وحی الہی کی رہنمائی میں زندگی گزارتی رہی نصرت خداوندی ان کے شامل حال رہی، لیکن جب مسلمانوں کی اجتماعیت اور معاشرہ خدائی تعلیمات کو چھوڑ کر نفس پرستی اور اپنی خواہشات کی تکمیل میں مصروف ہوگیا تو اس استعماری طبقہ کو اپنی سازشوں میں کامیاب ہونے کا موقعہ ملا، جس کے بڑے مظاہر اندلس، برصغیر اور ترکی سے مسلمانوں کے اجتماعی نظم کو ایک نئے استعماری اور استحصالی نظام سے بدلنے کی صورت میں ظاہر ہوئے، چناں چہ مذہبی بنیادوں پر استوار مغربی استعمار کو جب دنیا میں غلبہ حاصل ہوا تو اس نے باقاعدہ استعماری وتبشیری مشن کے تحت مسلمانوں کی عظیم الشان تاریخ، تہذیب وتمدن اور بے مثال علمی

ورثہ اور سرمایہ پر قدغن لگانے اور اس کی حقیقت کو مسخ کرنے کی خاطر ایک استشراقی تحریک چلائی، جس کے پس پردہ متعدد سیاسی، دینی، تبشیری اور استعماری محرکات تھے، جن کا مقصد صرف اور صرف انسانیت کو اسلام و مسلمانوں کے پاس موجود لاریب خدائی وحی کی رہنمائی سے محروم کرنا تھا۔

ان مخصوص اہداف کی تکمیل کے لیے ان کی تمام تر دلچسپی اور کوشش یہ رہی کہ اسلام اور اس کے محاسن میں عیب جوئی کی جائے، نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اور آپ کی نبوت پر زبان طعن دراز کی جائے، مغرب و یورپ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی میں گستاخی کرتے ہوئے خاکے شائع کرنا ہرگز بھی اتفاقی بات نہیں، بلکہ یہ اسی حقد و کینہ کا اظہار ہے جو زمانہ قدیم سے ان کے سینوں کو جلائے ہوئے ہے، غرض اسلام اور نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان کا یہ مذموم گستاخانہ رویہ اس لیے ہے کہ مسلمانوں کو ان کے دین و تہذیب سے ہٹا کر فکری اعتقادی اور عملی ارتداد کا شکار کیا جاسکے اور باقی تمام انسانیت کو یہ باور کروایا جاسکے کہ اسلام کے ماننے والے مسلمان ایک وحشی، سفاک، خون ریز اور دہشت گرد قوم ہے، اہل مغرب نے ''دہشت گردی'' کی مخصوص اصطلاح انہی مقاصد کی تکمیل لیے ایجاد کی ہے، یہ بات پورے شرح صدر کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ مغربی استعماری تسلط سے پہلے دنیا میں اس اصطلاح کا کوئی وجود نہ تھا، بلکہ نائن الیون سے قبل دنیا کی اکثریت کے لیے یہ اصطلاح نامانوس تھی۔ان لوگوں نے اسی پر بس نہیں کیا، بلکہ اپنے ان استعماری و تبشیری مقاصد کے حصول کے لیے کچھ نام کے مسلمان بھی تیار کیے، جن کی باقاعدہ بالواسطہ یا بلا واسطہ انہی استعماری خطوط پر پرورش، تعلیم و تربیت کر کے ان کے دل و دماغ میں ایسا زہر بھر دیا کہ وہ اپنے مغربی آقاؤں سے بھی دو ہاتھ آگے نظر آتے ہیں، ان لوگوں نے اس ذہن سازی کے نتیجہ میں اب اسلام کے خلاف فکری و قلمی ہتھیار خود تلاشنے شروع کردیے ہیں، تبشیری مستشرقین کے تربیت یافتہ و فیض یافتہ ان نام نہاد مسلم مفکرین، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا سے وابستہ اینکر پرسن اور قلم کاروں نے اپنی ہی نسل نو کے سامنے اسلامی تہذیب و ثقافت اور اسلامی اقدار کے امین ''مدارس'' کی ایسی جھوٹی منظر کشی کی ہے کہ جس کا حقیقت کے ساتھ ذرہ برابر بھی تعلق نہیں، پھر کچھ مسلمان ایسے بھی ہیں جو دیدہ دانستہ یا انجانے میں اپنی سادگی یا ان کے پروپیگنڈہ کی شدت سے متاثر ہوکر انہی کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

عصر حاضر میں انہیں اسلام پر اپنے ناپاک حملہ میں مزید شدت لانے کی اس لیے بھی ضرورت محسوس ہوئی کہ جب انہوں نے دیکھا کہ تہذیب جدید نے اہل مغرب کے عقائد سے لے کر معاشرتی نظام تک کی بنیادوں کو ہلا ڈالا ہے اور وہ اب اپنے اندر کی بے چینی سے مجبور ہوکر اسلام کی حقانیت میں سکون

تلاش کرنے لگے ہیں تو اس استعماری وتبشیری طبقہ نے اہل مغرب کو اپنے عقیدہ اور مقدس کتاب میں موجود تحریفات پر غور ونقد سے روکنے اور دنیا کو اسلام کی حقانیت سے دور رکھنے کے لیے اسلام اور مسلمانوں پر سیاسی، معاشی، فکری، اور استعماری وعسکری میدانوں میں ہلہ بول دیا، مغربی استعمار چوں کہ قرون اولی کی اسلامی فتوحات، صلیبی جنگوں اور عثمانی خلفاء کی یورپ میں حاصل کی گئی فتوحات کے نتیجہ میں اہل مغرب میں پیدا ہونے والے خوف اور اسلام کی شان وشوکت سے اچھی طرح واقف ہیں، اس پر نائن الیون جیسے مجہول الحال واقعات نے جلتی پر تیل کا کام کیا، چناں چہ انہوں نے خوف وہراس کے اس نفسیاتی ماحول سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اس ماحول میں مزید اضافہ کے اقدامات کرتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کے حقیقی تشخص کو مٹانے کے لیے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت متصلب مسلمانوں کو ''دہشت گرد'' اور ان کی دینی، فکری اور عملی تربیت کرنے والے اداروں، خاص طور سے سے مدارس کو ''دہشت گردی کے مراکز اور فکری آماجگاہیں'' قرار دینے کا ایک ناختم ہونے والا مسلسل پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے، اس زہریلے پروپیگنڈہ میں ان کے دیسی نمک خوار بھی ان کے شانہ بشانہ مصروف کار دکھائی دیتے ہیں۔

مدارس دینیہ چوں کہ اسلام، اسلامی تہذیب وثقافت اور امت مسلمہ کی چودہ صدیوں کے عظیم الشان دینی اور علمی ورثہ کے امین ہیں، مدارس کی شبانہ روز محنتوں سے اسلام اپنے حقیقی روح وعمل کے ساتھ روئے زمین پر موجود ہے، یہ مدارس ہی ہیں جن کی جہد پیہم کی وجہ سے آج برصغیر پاک وہند استعمار کی شدید ترین کوششوں کے باوجود ''اندلس'' نہیں بن سکا ہے، مگر یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ساٹھ سے زائد مسلمان ممالک اپنے تمام تر وسائل کے باوجود بھی ان استعماری سازشوں کا مقابلہ نہیں کر سکے، بلکہ اس پر مستزاد دکھ دینے والی صورت حال یہ ہے کہ اکثر مسلم ممالک استعماری سازشوں کا شکار ہوکر ان کے سامنے گھٹنے ٹیک چکے ہیں، چوں کہ مغربی استعماری قوتوں کو اس بات کا بخوبی ادراک ہے کہ ان کے منصوبوں کی تکمیل کی راہ میں آخری رکاوٹ ''دینی مدارس'' ہیں، اس لیے ان کا سارا زور اس بات پر ہے کہ کسی بھی طرح سے مدارس کو موجودہ ''دہشت گردی'' کے ساتھ نتھی کر کے انہیں راہ سے ہٹا دیا جائے، اگر ایسا نہ ہوسکا (اور یقیناً نہیں ہوگا ان شاء اللہ) تو ان کے نصاب میں ایسی تبدیلیاں کروائی جائیں کہ مدارس سے بھی ''لارڈ میکالے'' کے دیے ہوئے نظام تعلیم کی طرح انہی کے پروردہ لوگ نکلیں، جن میں دنیا کو حقیقی اسلام سے متعارف کروانے کی صلاحیت مفقود ہو، جو ہر طرح کے جذبہ حریت سے خالی ہوں۔

اہل مغرب کی طرف سے ''مدارس دینیہ'' کے بارے میں آئے روز جو نت نئے پروپیگنڈے کیے اور اپنے دیسی نمک خواروں کے ذریعے کروائے جا رہے ہیں، ان میں جس طرح نائن الیون کے بعد شدت

لائی گئی تھی ٹھیک اسی طرح کچھ عرصہ قبل رونما کروائے جانے والے سانحہ پشاور کے بعد بھی حکومتی سطح سے لے کر پرنٹ و الیکٹرانک اور سوشل میڈیا میں بھی ایک شور وغل بپا ہے کہ ہو نہ ہو اس دہشت گردی کے پیچھے مدارس، ان کا نصاب تعلیم اور ان کے اساتذہ کی فکری و عملی تربیت کارفرما ہے، اس بارے میں ہمیں مغرب سے کوئی گلہ نہیں، چوں کہ اپنی راہ کی اس آخری رکاوٹ کو ہٹانے اور اپنے استعماری وتبشیری مقاصد کی تکمیل کے لیے وہ ''مدارس'' کو دہشت گردی کے اڈے بھی باور کروائیں گے، ان کے نصاب تعلیم پر بھی قدغن لگائیں گے، اور جہاں تک ممکن ہوا ان پر طرح طرح کے الزامات لگا کر انہیں مشکلات سے بھی دو چار کرنے کی کوشش کریں گے، لیکن ہمیں گلہ اور شکوہ ہے تو ان نام نہاد مسلم دانشوروں اور ان کے فیض یافتہ شاگردوں سے ہے جو خود کو مسلمان اور اسلام کا خیر خواہ بھی ظاہر کرتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ یہ کہہ کر مدارس کو موجودہ ''دہشت گردی'' سے نتھی کرنے پر کمر بستہ نظر آتے ہیں کہ ماؤ نے کہا تھا: ''کہ تم لوگوں کو ذہنی طور سے مسلح کردو ہتھیار وہ خود تلاش کرلیں گے۔''

ان بے چاروں کا قصور نہیں، یہ درحقیقت سیکولرازم کے داعی اساتذہ کی طرف سے ان کی ذہن سازی ہی کا نتیجہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے تمام تیروں کا رخ دینی مدارس کی طرف کردیا ہے، ہم ان سے اور مدارس کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے والے دیگر تمام حضرات سے بصد احترام یہ کہیں گے کہ یہ ہر بات ذی شعور پاکستانی اچھی طرح جانتا ہے کہ موجودہ عسکریت پسندی اسی (۸۰) کی دہائی میں عالمی امن کے ٹھیکیدار، صاحب بہادر امریکہ کی آشیر باد پر بنائی جانے والی ہماری اپنی حکومتوں کی خارجی اور داخلی پالیسیوں کا نتیجہ ہے، نہ کہ دینی مدارس، ان کا نصاب تعلیم اور ان کے اساتذہ کی تربیت؛ اسلئے کہ دینی مدارس کم وبیش اپنے اسی نصاب تعلیم اور اساتذہ کے اسی اندازِ فکر وتربیت کے ساتھ گذشتہ ڈیڑھ سو سال سے اس خطے میں خدمات انجام دے رہے ہیں، بقول کسے: ''کہ مدارس کا تعلیمی ماحول اور تربیتی فضا ہی عسکریت کا باعث ہیں'' تو انہیں یہ بھی بتانا پڑے گا کہ اگر واقعی ایسا ہی ہے جیسا آپ باور کروانا چاہتے ہیں تو پھر قیام پاکستان کیساتھ ہی عسکریت پسندی کیوں شروع نہ ہوئی؟ اس نے اسی (۸۰) کی دہائی کا ہی کیوں انتظار کیا؟! یہ کسے معلوم نہیں کہ جب صاحب بہادر کی ضرورت تھی تو اس وقت ''سرخ عفریت'' کو شکست دینے کیلئے ہمارے حکمرانوں نے خود ان کی ہمنوائی میں سویلینز کو عسکریت کے فضائل سنائے، انہیں مسلح کیا اور انہیں ہر طرح سے پروموٹ کرکے ان کے تمام تر اقدامات کو ریاستی سطح پر جہاد کا درجہ دیا، آج جب سوویت یونین کو شکست وریخت سے دوچار ہوئے عرصہ گزر گیا اور صاحب بہادر امریکہ اپنے سیاہ کرتوتوں کی وجہ سے سرخ انقلاب کی طرح زوال پذیر ہونے جارہا ہے تو وہ اور انکے ہم نوا کل جنہیں خود مجاہدین باور کروا رہے تھے آج خود ہی انہیں خوارج قرار دینا چاہتے

ہیں..... ؎ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے یہ کوئی سوچ ہے یا بازیچۂ اطفال؟!

قطع نظر اس سے کہ ہمیں یا کسی کو بھی کل اور آج کی پالیسیوں سے اتفاق رہا یا نہیں، اتنی بات تو طے شدہ ہے کہ آج خون ریزی اور عسکریت پسندی کی شکل میں پوری قوم جس فصل کو کاٹ رہی ہے وہ گزشتہ دہائیوں ہی کی کاشت کردہ ایک زمینی حقیقت ہے، خروج وعدم خروج کی فکری بحث کے لیے صرف اخباری کالم نہیں، علمی وسعتوں، حزم واحتیاط اور زمینی حقائق کے ساتھ اس کا واویلا کرنے والوں کے کل اور آج کے کردار وگفتار کو بھی ضرور پیش نظر رکھنا پڑے گا، کیا یہ بات قرین انصاف ہوگی کہ خود اسلام سے عملی روگردانی کر کے دوسروں پر خروج کے فتوے لگائے جائیں؟ دل چاہتا ہے کہ ان سے یہ پوچھا جائے کہ کیا زبردستی اور من مانی کر کے کسی پر خروج کے فتوے چسپاں کرنے سے وطن عزیز کے تمام مسائل حل ہوجائیں گے؟ کوئی بھی صاحب عقل وشعور اسے موجودہ تمام مسائل کا حلِ وحید ہرگز بھی قرار نہیں دے گا، تو پھر کیوں بعض ناعاقبت اندیش ان ''امپورٹڈ فتووں'' سے ملک کو مزید آگ وخون ریزی کی طرف دھکیلنا چاہتے ہیں؟۔

طرفہ تماشہ دیکھئے کہ یہ لوگ اسی پر بس نہیں کرتے، بلکہ استعماری مقاصد کی تکمیل کی راہ ہموار کرنے کے لیے مدارس کو بھی عسکریت پسندی سے نتھی کر کے ان کو اور عسکریت پسندوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا چاہتے ہیں، حالاں کہ اہل مدارس، خاص طور سے وفاق المدارس العربیہ نے کچھ عرصہ قبل لاہور کے ملک گیر علماء کنونشن میں یہ بات واضح کردی تھی کہ وہ پاکستان کے اندر کسی بھی طرح کی عسکریت پسندی کے قائل نہیں، عالمی اور ملکی میڈیا اس کا شاہد رہا ہے، پھر بڑے وسیع پیمانے پر اس کانفرنس کا اعلامیہ شائع کروا کے ملک بھر میں باقاعدہ تقسیم بھی کیا گیا۔ مزید برآں مدارس کے خلاف زہر اگلنے والوں کو بھی اعتراف ہے کہ مدارس والے عسکریت پسندوں کے اس طرز عمل سے متفق نہیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اہل مدارس اس طریقہ کار سے اختلاف کرتے ہیں اور آپ کو بھی اس کا اعتراف ہے تو پھر کیوں مدارس کو زبردستی عسکریت سے جوڑنے کی سعی نامسعود کی جارہی ہے؟ اگر حقائق کے برخلاف مدارس کو یوں ہی زبردستی اس آگ میں دھکیلنے کی کوشش کی جائے گی کہ جس میں نہ ملک وقوم کا مفاد ہو اور نہ ہی حکومت کا تو پھر مولانا فضل الرحمٰن صاحب ضرور یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ مدارس کے خلاف یہ یلغار امریکہ اور لادین قوتوں کے کہنے پر کی جارہی ہے، لیکن مولانا صاحب کے اس بیان سے نظم اجتماعیت کے ہونے یا نہ ہونے کا لفظی چکر چلا کر اسے عسکریت پسندی کے جواز پر محمول کرنا زبردستی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ سستی شہرت کے حصول کیلئے آپ کسی اور میدان کا انتخاب کیجیے، دنیا میں ریٹ بڑھانے کے تو اور بھی ذرائع ہیں، کیا اس کے لیے مدارس کو ہی دوش دینا ضروری ہے، خدارا! اس مذموم پروپیگنڈہ سے باز آجائیں وگرنہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے، جس دن

خدا کی لاٹھی حرکت میں آ گئی تو پھر ان بوریہ نشینوں اور مدارس کے خلاف زہر اگلنے والی یہ زبانیں گنگ اور قلم کی سیاہی خشک ہو جائے گی۔

کوئی اور اگر آپ کی پیش کی ہوئی ''ماؤ'' والی اس ''نرالی منطق'' کا سہارا لے گا تو یقیناً یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ گذشتہ ستر سالوں سے وطن عزیز میں جتنی بھتہ خوری، ٹارگٹ کلنگ، کرپشن، حقوق کی پامالی، منتخب حکومتوں پر آمریت کے شب خون، ملک کو دولخت کرنے، ملک وقوم کی دولت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ کر سوئس بینکوں میں بھرنے، علاقائیت، صوبائیت قومیت اور لسانیت کے نام پر کشت وخون اور دہشت گردی، پولیس گردی کے ذریعہ سینکڑوں معصوم شہریوں کو جان سے مارنے، لاپتہ افراد کیس کے مطابق متعدد قوم کے فرزندوں کو تا حال غائب کرنے اور قوم کی بیٹی عافیہ صدیقی کو چند ڈالروں کے عوض فروخت کرنے کے پیچھے کالجز اور یونیورسٹیوں میں رائج لارڈ میکالے کا نظام تعلیم، وہاں کا نصاب اور وہاں پڑھانے والوں کی فکری اور ذہنی تربیت اور ماحول کارفرما ہے، یا پھر ملک کا اجتماعی نظام؛ اس لیے کہ مذکورہ کاموں میں یقیناً کوئی ایک بھی مدارس کا فیض یافتہ یا وہاں کے اساتذہ سے فکری تربیت پانے والا نہیں۔ گزشتہ کل کے اخبار میں یہ خبر۔۔ کہ لاہور میں اغوا برائے تاوان اور بردہ فروشی کی وارداتیں کرنے والے مرد وعورت دونوں یونیورسٹی کے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔؛ لہٰذا مدارس سے زیادہ ان اداروں کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

میں اپنی تحریر کو ختم کرنے سے پہلے وطن عزیز کے حکمرانوں، قومی اداروں کے پالیسی ساز ذمہ داروں اور پرنٹ والیکٹرانک میڈیا سے وابستہ اپنے پاکستانی بھائیوں کی خدمت میں مدارس کے بارے میں شاعر مشرق، مفکر ومحسن پاکستان جناب علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کے اس قول کو پیش کرنا ضروری خیال کرتا ہوں، جو یقیناً آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے، تم ہماری نہ مانتے ہو تو نہ مانو، اگر تم اس ملک وقوم کے خیر خواہ اور وفادار ہو تو اپنے محسن اور مفکر وطن کی تو مانو، علامہ صاحب نے فرمایا:

''ان مکتبوں کو اسی حال میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہیں مدارس میں پڑھنے دو، اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، اگر ہندوستانی مسلمان (اور اب پاکستانی مسلمان بھی) ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہوگئے تو بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات اور الحمراء کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، برصغیر پاک و ہند میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دلی کے لال قلعہ (لاہور کے شاہی قلعہ اور بادشاہی مسجد) کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا''۔

جنرل مرزا اسلم بیگ*

افغانستان پاکستان تعلقات: ایک نئے موڑ پر

افغانستان میں قابض فوجوں کے انخلاء کے ساتھ ہی بڑی مثبت تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں جس سے پورا خطہ متاثر ہے' خصوصاً پاکستان جو افغانستان کے معاملات سے خود کو الگ نہیں رکھ سکا ہے۔ پاکستان کی مجبوری اس کی پختون اکثریت ہے جس کی مرضی کے بغیر افغانستان میں امن ناممکن ہے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے جو لاشعوری طور پر دونوں ملکوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے میں روبہ عمل ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جسے سمجھتے ہوئے دونوں ملکوں کی قیادت معاملات کو اپنی مضبوط گرفت میں لے کر اقدامات کر رہی ہے۔ ماضی کے واقعات کو اگر نگاہ میں رکھا جائے تو مستقبل کے بارے میں صحیح اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔

1990ء کے ابتداء میں جب سوویت یونین پسپا ہوا تو افغانستان کے حوالے سے امریکہ کی نیت بدل گئی۔ وہی مجاہدین جنہیں دنیا کے 70 ممالک سے بلا کر سوویت یونین کے خلاف جہاد برپا کیا گیا تھا، وہ اچانک امریکہ کی نظروں میں دہشت گرد بن گئے اور افغانستان میں مجاہدین کی حکومت کو بننے سے روکا گیا' ان کے مختلف گروپوں کو آپس میں لڑا کر خانہ جنگی کرائی گئی جو آٹھ سال تک جاری رہی۔ اس کے نتیجے میں مجاہدین کی حکومت تو نہ بن پائی لیکن طالبان کی حکومت قائم ہوگئی۔ یہ حکومت بھی امریکہ کو منظور نہیں تھی اور اس کی نگاہوں میں کھٹکتی رہی' اسی لیے 2001 میں امریکہ کی طرف سے 9/11 کا بہانہ بنا کر طالبان کی سرکوبی کے لیے افغانستان پر بھرپور حملہ کیا گیا اور امریکی اور اتحادی فوجوں نے قبضہ جما لیا لیکن ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ پاکستان اس جنگ میں امریکہ کے اتحادی کے طور پر افغانستان کے عوام کے خلاف شامل ہوگیا۔ یہ بھی واضح ہوگیا کہ امریکہ اس خطے میں بھارت کو افغانستان سے لے کر بنگلہ دیش تک بالادستی دلانا چاہتا ہے۔ بھارت نے امریکہ کی اس حمایت کا فائدہ اٹھایا اور افغانستان میں اپنا جاسوسی کا ایک بہت بڑا نیٹ ورک بنایا جس میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے سرمایہ کاری کی اور ہر طرح کی مدد فراہم کی۔ اس جاسوسی مرکز کا ہدف پاکستان ہی رہا جس کے نتیجے میں پاکستان آج تک دہشت گردی کی زد میں ہے۔ ان تمام سازشوں کے باوجود بھی امریکہ کو اپنے مقاصد میں ناکامی ہوئی ہے۔

---

* سابق چیف آف آرمی سٹاف Email: friendsfoundation@live.co.uk

آج سے پانچ سال قبل افغانستان سے مایوس ہوکر امریکہ نے اپنی طاقت کے مرکز اور تزویراتی مدار (Strategic Pivot) کو ایشائی بحرالکاہل کی طرف منتقل کردیا ہے اور وہاں بھی بھارت کو اپنا مددگار بنایا ہے اور جاپان، جنوبی کوریا اور آسٹریلیا کو اس اتحاد میں شامل کیا۔ اس اتحاد کا مقصد چین کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روکنا ہے، جس طرح 2001ء میں امریکہ کا افغانستان پر حملے کا مقصد عالم اسلام کی بڑھتی ہوئی انتہا پسندی کو روکنا تھا لیکن اتنی بڑی عسکری کارروائی کے باوجود وہ ناکام ہوا ہے اور انتہا پسندی تو پہلے کی نسبت کہیں زیادہ پھیل چکی ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ چین کی بڑھتی ہوئی طاقت کو محدود کرنے میں امریکہ اور اس کے اتحادی کہاں تک کامیاب ہوتے ہیں۔

افغانستان میں خوشگوار تبدیلیاں رونما ہورہی ہیں جو امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی ناکامی کی تصویر ہے۔ طالبان فاتح کے طور پر سامنے آئے ہیں اگرچہ اس وقت وہ ڈرون اور ہوائی حملوں کے خطرات کے سبب بکھرے ہوئے ہیں، لیکن افغانستان کی اصل سیاسی اور عسکری قوت وہی ہیں اور مستقبل میں جو بھی فیصلہ ہوگا انہی کی مرضی سے ہوگا۔ موجودہ تبدیلی کی اہم ترین بات یہ ہے کہ افغان قوم کی شعوری بیداری واضح طور پر نظر آئی ہے، جس کا اظہار بھی ہوا ہے۔ مثلاً 2012 میں فرانس میں انٹرا افغان ڈائیلاگ ہوا، اور فیصلہ ہوا تھا کہ ''جب افغانستان سے قابض افواج نکلیں گی تو افغان اپنے فیصلے خود کریں گے اور غیروں کے دھوکے میں نہیں آئیں گے اور ماضی کے جیسی سازشوں کا حصہ نہیں بنیں گے۔'' یہ وہ شعوری بیداری ہے جس کے سبب وہاں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی سازشیں ناکام ہوگئی ہیں۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے امریکہ اور بھارت نے نئی حکمت عملی کے تحت اپنے مفادات کا تحفظ کرنا شروع کیا ہے۔ بھارت ایشیاء کی سپر پاور بننا چاہتا ہے اور امریکہ ایشیاء کو اپنے مدار میں رکھنا چاہتا ہے۔ لیکن ان ممالک کی یہ پالیسیاں افغان قوم کی شعوری بیداری کے سبب ناکام ہوئی ہیں اور یہ ناکامی اس وقت واضح ہوگئی جب بیجنگ میں ہارٹ آف ایشیاء کانفرنس منعقد ہوئی، جہاں افغان قیادت نے بڑے واضح الفاظ میں اپنے مستقبل کے فیصلوں کا اشارہ دیا۔ اس موقع پر افغان صدر ڈاکٹر اشرف غنی کا کردار مثبت طور پر نمایاں ہوا ہے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ افغانستان اپنے مستقبل کے فیصلوں میں اپنے چھ پڑوسی ممالک کو شریک کرے گا جن میں پاکستان، ایران، چین، روس کے علاوہ وسطی ایشیاء کے دو ممالک ہیں۔ ڈاکٹر اشرف غنی نے ان ممالک کو اندرونی دائرہ (Inner Circle) قرار دیا باقی ملکوں سے مدد کے تو طلب گار ہوئے لیکن یہ واضح کردیا کہ افغانستان کے فیصلے انہی ملکوں کے ساتھ مل کر کریں گے اور ماضی کی طرح دوسرے ملکوں کی طرف سے مداخلت کی اجازت نہیں ہوگی۔

جب افغانستان میں یہ تبدیلی آرہی تھی تو پاکستان میں ضرب عضب آپریشن کا فیصلہ کیا گیا جو ایک اہم فیصلہ تھا۔اس فیصلے کے نتیجے میں پاکستان کا افغانستان کے مستقبل کے حوالے سے اہم اور مثبت کردار سامنے آیا ہے۔ پاکستان کی سفارت کاری جو اب تک بڑی معذرت خواہانہ تھی اس کا انداز بدل چکا ہے اور پاکستان نے مضبوط پالیسی کے تحت فیصلے کیے ہیں۔ پاکستان نے پہلی مرتبہ امریکہ کو بتایا ہے کہ اس کے اتحادی بھارت نے پاکستان کو افغانستان میں بیٹھ کر شدید نقصان پہنچایا ہے اور اس کے ایجنٹ آج بھی پاکستان کے خلاف کام کررہے ہیں۔ بھارت کو بھی کھل کر بتا دیا گیا ہے کہ اس کی طرف سے یہ سازشیں اب بھی ہورہی ہیں۔افغانستان کو بھی بتادیا ہے کہ وہاں فضل اللہ بھی موجود ہے اور خالد خراسانی بھی بیٹھا ہے۔ان قبائلیوں پر مشتمل ایک نیا گروپ بھی بنایا گیا ہے جو چند ماہ پہلے ضرب عضب کے نتیجے میں فرار ہوکر افغانستان گئے تھے۔ان کو ہمارے خلاف استعمال کیا جارہا ہے۔حکومت نے تمام سازشیں بے نقاب کرکے رکھ دی ہیں۔ اسی سلسلے میں آرمی چیف کابل اور امریکہ گئے تھے اور آرمی چیف کی جانب سے اس سازش کی تمام شہادتیں لے کر ڈی جی آئی ایس آئی امریکہ بھی گئے اور واضح کردیا کہ امریکہ، برطانیہ اور دوسرے ملکوں کے ساتھ مل کر پاکستان کے خلاف جو سازشیں ہوتی رہی ہیں ان سے بھی ہم واقف ہیں۔ جیسے دھرنوں کا لندن پلان، جس میں پاکستان کی منتخب جمہوری حکومت کو گرانے کی ساری کوششیں کی گئیں لیکن یہ سب ناکام ہوگئیں اور وہ لوگ جو بیرونی ایجنٹوں سے مل کر فساد پیدا کرتے تھے اب ان میں حوصلہ باقی نہیں رہا ہے۔ یہ سازش جو بڑے زور شور سے اٹھی تھی وہ بھی اپنے منطقی انجام کو پہنچ گئی ہے کہ ایک دن اچانک امریکہ، برطانیہ، کینیڈا اور ایران نے ایک ساتھ ان سازشوں میں شریک ہونے سے انکار کیا' یعنی سازشیں ہوتی رہی تھیں لیکن ناکامی پر اس سازش کے سارے سرپرست الگ ہوگئے۔ لیکن سازشیں پھر بھی ہوں گی' جن کے خلاف سب سے بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ پاکستان اور افغانستان اب مل کر اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں گے۔

افغان طالبان کا مطالبہ ہے کہ قابض فوجیں نکلیں اور افغان صدر کے ساتھ سکیورٹی معاہدہ ختم کیا جائے' جو درست مطالبہ ہے لیکن فتنہ پیدا کرنے کیلئے امریکہ نے کہا ہے کہ شاید مزید دو سال اور اس کی فوج افغانستان میں رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی وزیر خارجہ جان کیری نے کہا ہے کہ امریکہ سوچ رہا ہے کہ وہ افغانستان میں افواج کی موجودگی مزید دو سال بڑھادے گا۔ طالبان نے اس وقت بڑی مثبت پالیسی اختیار کی ہے ان کے اندر ماضی کی طرح ہٹ دھرمی نہیں ہے انہوں نے اپنے مفادات کو چین اور پاکستان کے ساتھ وابستہ کرلیا ہے۔ پاکستان نے چین اور طالبان کے درمیان تعلقات کو استوار کرنے میں

اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قطر میں طالبان کا دفتر ایک بار پھر کھل گیا ہے۔ مذاکرات کا سلسلہ جاری ہے، چین نے اگرچہ کھل کر اعتراف نہیں کیا ہے لیکن چینی قیادت کے ساتھ ماضی میں طالبان کے مذاکرات ہوتے رہے ہیں جس کے نتیجے میں طالبان اس مقام تک پہنچے ہیں کہ وہ ڈاکٹر اشرف غنی کی حکومت کے ساتھ بات چیت کرنے کے لیے تیار ہوئے ہیں۔ پہلے تو وہ یہ تجویز بھی نہیں سننا چاہتے تھے۔

طالبان کے دو بڑے اہم مطالبات ہیں' پہلا یہ کہ امریکی فوج افغانستان سے مکمل طور پر انخلاء کرے تاکہ افغان قوم ایک آزاد فضاء میں بیٹھ کر مستقبل کا فیصلہ خود کرے۔ دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ امریکہ اور افغانستان کے درمیان قومی سلامتی کا معاہدہ ختم کیا جائے۔ فوج کے انخلاء کے مطالبے کے جواب میں جان کیری کا یہ کہنا کہ ہم دو سال مزید یہاں رہیں گے دراصل فتنہ پھیلانے کی کوشش ہے۔ امریکہ ایک بار پھر اپنی فتنہ پردازی میں مصروف ہے کیونکہ چین، روس، پاکستان، ایران اور وسطی ایشائی ممالک نے افغانستان کے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ اسی لیے امریکہ ایک مثبت پیش رفت کو ایک منفی صورت حال میں تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ جبکہ یہ واضح ہے کہ افغانستان کے حوالے سے اب امریکہ کی کوئی بھی پالیسی نہیں ہے صرف رخنہ اندازی ہے جبکہ افغان حکومت، طالبان، چین، پاکستان اور افغانستان کے قریبی پڑوسی ممالک کی ایک واضح پالیسی ہے جو کامیاب بھی ہے۔

پچھلے سال پاکستانی قوم نے لندن پلان کے تحت جو کچھ دیکھا ہے اس میں ہمیں نقصان بھی ہوا ہے اور فائدہ بھی ہوا ہے۔ فائدہ یہ ہوا ہے کہ دھرنوں اور احتجاج کے سبب موجودہ حکمرانوں پر واضح ہوگیا ہے کہ ''اب موروثی اور سرمایہ دارانہ نظام کی تبدیلی لازمی ہوگئی ہے۔ اب یہ نظام جس طرح سے چلتا رہا ہے اس طرح نہیں چلے گا۔ لندن پلان ناکام ہوا' لیکن تبدیلی ناگزیر ہے جو آئینی حدود میں رہ کر لانا ضروری ہے۔ آئینی حدود میں رہ کر تبدیلی لانے کی ذمہ داری موجودہ حکومت پر ہے۔ اگر موجودہ حکومت یہ سمجھتی ہے کہ پانچ سال کی آئینی مدت پوری کرے گی تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اقتدار میں ہوتے ہوئے بڑے فیصلے کیے جائیں اور تبدیلی کا خاکہ تیار کیا جائے کہ کیسے اور کس طرح یہ تبدیلی آنی چاہیے۔ میرا اندازہ ہے کہ مارچ میں سینیٹ کے الیکشن کے بعد کوئی نئی صورت حال نظر آئے گی۔ یہ تبدیلی کیسے ہوگی اور کیا ہوگی؟ اس کا فیصلہ موجودہ حکومت اور ہمارے سیاست دانوں کو کرنا ہے۔ خاموش بیٹھ جانا اور اسی نظام کو چلنے دینے سے نظام کی خرابی اور جمہوریت کا نقصان ہوگا۔ تمام تر ہیجانی کیفیات کے باوجود ایک اچھی فضا نظر آرہی ہے جہاں مضبوط تر فیصلے کرنے کا جواز موجود ہے۔

آخری قسط

ڈاکٹر ریحان اختر قاسمی*

عصر حاضر میں اسلامی قوانین جنگ کی معنویت

عصمت دری کی ممانعت:

اسلام کے جنگی قوانین کے مطابق نہ تو بلاوجہ کسی عورت کو قتل کیا جائے گا اور نہ اس کی عفت وعصمت پر مخدوش وداغدار کیا جائے گا۔ اسلام اپنے پیروکاروں کی ذہنی پاکیزگی کا پورا اہتمام کرتا ہے اور انہیں ہر طرح کی جنسی آلودگی سے پاک رکھتا ہے۔ اسلام نے عورت کو تحفظ فراہم کیا اور معاشرہ میں عزت واحترام کا مقام دیا۔ جنگ میں دشمن کی بیٹی پر ہاتھ اٹھانے اور اس کی عصمت دری کرنے کی سختی سے ممانعت کردی گئی۔ یہ امتیاز صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے مفتوح قوم کی عورتوں کی عصمت کی پاسبانی کا حکم دیا۔

اسلام ایک حقیقت پسندانہ دین ہے جو ضروریات انسانی سے کبھی بھی اغماض وانحراف نہیں کرتا بلکہ احکامات کو جاری کرتے وقت انسانی نفسیات کا پورا پورا خیال رکھتا ہے۔ مجاہدین کیلئے حکم دیا کہ جو مجاہد رشتہ ازدواج سے منسلک ہوگئے ہیں وہ ازدواجی حقوق کو ادا کرنے کے بعد جہاد میں شریک ہوں۔ آپ ؐ کا ارشاد ہے:

غزا نبی من الانبیاء فقال لقومہٖ لایتبعنی رجل ملك بضع امراۃ وھویریدان یبنی بھاولما یبن بھا۔ ۳۲؎

''کسی نبی نے جہاد کا ارادہ کیا تو اپنی قوم سے فرمایا میرے ساتھ جہاد پر وہ شخص نہ جائے جس نے ابھی شادی کی ہو اور عورت سے ہم بستر نہ ہوا اور وہ مجامعت کرنا چاہتا ہے۔''

حضرت عمرؓ نے ہر فوجی کو چار ماہ بعد اپنے اہل خانہ کے پاس واپس جانے کو لازمی قرار دیا تھا تاکہ مجاہدین اسلام کے ذہن ودل میں فحاشی وبدکاری کے رجحان نشوونما نہ پائیں۔ انسان کے جنسی جذبات ومیلانات پر قابو رکھنے کے لئے آپ ﷺ نوجوانوں کو روزہ رکھنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: من استطاع الباۃفلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج من لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء۔ ۳۳؎

---

* شعبۂ سنی دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (انڈیا)

''جو جوان حق مہر دے سکتا ہو تو وہ نکاح کرے کیونکہ یہ نیچی نگاہ کرتا ہے اور زنا سے بچاتا ہے اور جو اس پر قادر نہ ہو تو وہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ اس کیلئے ڈھال ہے۔''

انتقامی کاروائی کی ممانعت

اسلام عفو درگزر سے کام لیتا ہے۔ اسلامی ریاست ومملکت میں انتقامی سیاست کا کوئی تصور موجود نہیں ہے اور نہ ہی اس کا کوئی جواز فراہم کیا جاسکتا ہے۔ یہاں تک کہ جنگوں میں بھی انتقامی کاروائی کی ممانعت کردی کی گئی ہے۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ فاتح اقوام جوش انتقام میں فتح وکامرانی کے بعد قتل وغارتگری کا ایسا بازار گرم کردیتی ہیں کہ انسان کے رونگٹے کھڑے ہوجائیں۔ نت نئے اسلحہ جات کے ذریعہ انسانی لاشوں کے چیتھڑے اڑادیئے جاتے ہیں گویا کہ مفتوح قوموں کی تباہی وبربادی مقدر بن جاتی ہے۔ قرآن مجید میں اس کی تصویر کشی یوں کی گئی ہے:

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ۔۳۴

''اس نے کہا (کہ لڑائی بذات خود کوئی اچھی چیز نہیں ہے) جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ کردیتے ہیں اور اس کے معزز لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔''

اذیتیں دے کر ہلاک کرنے کی ممانعت

دیگر اقوام وملل میں دشمن کے ساتھ ناروا سے ناروا اور غیر انسانی سلوک کرنے کو معیوب نہیں سمجھا جاتا لیکن اسلام نے اس کو انتہائی معیوب و مذموم قرار دیا ہے۔ اور اسلام نے اپنے جنگی قوانین میں انسانی ہمدردی اور نیک سلوک وبرتاؤ کو بنیادی حیثیت دی ہے۔ آج کی مہذب دنیا میں قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی معاملات کرنا باعث شرم وعار نہیں سمجھا جاتا بلکہ ہر طرح سے زدوکوب کیے جانے اور جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیے جانے کو فتح وکامرانی کے نشے میں روا سمجھا جاتا ہے، ماضی قریب میں عالم اانسانیت نے یہ دل دوز مناظر دیکھے ہیں کہ افغانستان وعراق سے جو لوگ پکڑ کر امریکہ کے جیلوں میں بند کئے گئے، ان کے ساتھ کتنا اذیت ناک سلوک کیا گیا۔ ان اذیت کدوں سے متعلق دلخراش والمناک داستانیں امن عالم کے ٹھیکیداروں کے دعوؤں کو کھوکھلا ثابت کردیتی ہیں۔ اسلام ان تمام معاند انسانیت رویوں کو بنظر استحقار دیکھتا ہے اور دشمن پر قابو پالینے اور قیدیوں کو اذیتیں دے دے کر ہلاک کرنے سے اپنے پیروکاروں کو سختی سے منع

کرتا ہے۔ یہ روایت ملاحظہ کی جائے:

عن ابی یعلی قال غزونا مع عبدالرحمن بن خالد بن الولید فاتی باربعة اعلاج من العدو فامربهم فقتلواصبرابالنبل فبلغ ذلك فقال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم ینهی عن قتل الصبر ۳۵

''ابویعلی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کے ساتھ تو جہاد میں شریک ہوئے پس دشمن کے چار جاسوس پکڑے گئے پس ان کے قتل کا حکم دیا اوران کو باندھ کر تیر مار کر قتل کیا گیا۔ حضرت ایوب کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپؐ نے باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

پردہ داری کی تاکید

مجاہدین اسلام کو بلا اجازت گھروں میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ حالت جنگ میں بھی اسلام نے پردہ داری پر زور دیا ہے۔ آپ ﷺ کا وہ ارشاد ملاحظہ فرمایا جائے جس میں عورتوں اور بچوں کو نہ مارنے اور دکان سے بلا قیمت کوئی مال کھانے کی سختی سے ممانعت کے ساتھ ساتھ اجانب و اعداء کے گھروں میں بلا اجازت داخلے کو حرام قرار دیا گیا ہے:

وان الله تعالی لم یحل لکم ان تدخلوابیوت اهل الکتاب الاباذن ولا ضرب نساء هم ولااکل ثما رهم۔ ۳۶

''اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جائز نہیں رکھا ہے کہ اہل کتاب کے گھروں میں داخل ہو جاؤ مگر اجازت سے نیز ان کی عورتوں کو پیٹنا اور پھلوں کو کھانا بھی حلال نہیں۔''

صلح جوئی

اسلام صلح وآشتی کا علمبردار ہے اور معاشرہ انسانی میں خیر وفلاح کی قدروں کو فروغ دینا اس کا مطمع نظر ہوتا ہے۔ امن وآشتی اور اخوت و بھائی چارگی کے جذبات کی ترویج واشاعت ہو یہ اس کا ہدف ومقصود ہوتا ہے۔ اسلام جنگ وجدال سے اجتناب کی بھی تلقین کرتا ہے، بلکہ امن کا قیام اس کی غایت منشودہ ہوتی ہے۔ اسلام صلح جوئی اور قیام امن کا کس حد تک علمبردار ہے، اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر دشمنان اسلام کی طرف سے صلح کی پیش کش ہو تو اس سے انکار کی کوئی صورت نہیں ہے، بلکہ اس کو قبول کرنا ایمان کا جز ہے۔ دشمنوں کے اس اقدام کو ٹھکرانے کی اسلام اجازت نہیں دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْاْ إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلاً۔۳۷

''پس اگر وہ تم سے کنارہ کشی کرلیں اور تمہارے ساتھ جنگ نہ کریں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو اللہ نے تمہارے لئے (بھی صلح جوئی کی صورت میں) ان پر (دست درازی کی) کوئی راہ نہیں بنائی۔''

عمومی طور پر اسلام جارحیت وجابریت کے خلاف ہے۔ جنگ برائے جنگ اس کے اغراض میں شامل نہیں ہے۔ جنگ بحالت مجبوری ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں بعض ناگزیر احوال وکوائف میں اس کی اجازت بلکہ تلقین کی جاتی ہے۔ ہاں عام حالات میں نہ ہی اس کی اجازت ہے اور نہ ہی یہ مرغوب و پسندیدہ عمل ہے۔ یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہیے کہ اگر صلح کا تھوڑا بھی رجحان پایا جارہا ہو تو پھر صلح کو جنگ پر ترجیح حاصل ہوگی۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَإِن جَنَحُواْ لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَإِن يُرِيْدُواْ أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللّهُ ۳۸

''اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی اس طرف جھک جائیں اور اللہ پر بھروسہ رکھئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے اور اگر وہ لوگ آپ کو دھوکہ دینا چاہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے لیے کافی ہے۔''

اگر دشمنان اسلام بالکل مخالفت وعداوت پر اتر آئیں تو ان کی مخالفت اور نقض عہد کو دیکھتے ہوئے معاہدہ کو توڑا جاسکتا ہے، لیکن اس اقدام سے معاند ومخالف فریق کو خبردار کیے جانے کا حکم ہوتا ہے۔ دھوکہ اور فریب بہرحال مذموم ہے۔ اسی ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاء إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبُّ الخَائِنِينَ۳۹

''اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو، تو آپ وہ عہد ان کو اس طرح واپس کردیجئے کی برابر ہوجائیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''

جو قوم جنگ نہ کرے اس سے جنگ نہ کی جائے

کسی ملک سے اسلامی ریاست کو خطرہ نہ ہو یا اس کے مصالح وضروریات کا تقاضا ہو کہ اس کے ساتھ امن وامان کا معاملہ بنا رہے تو اسلامی ریاست اس ملک وقوم سے بلاوجہ جنگ وجدال کے لیے برسر

پیکار نہ ہوگی جیسا کہ حبشہ اور ترک کے معاملہ میں کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی:

دعوا الحبشة ما ودعوكم واتركوا الترك ما تركوكم [۴۰]

''حبشہ کو چھوڑ دو جب تک کہ وہ تم سے تعرض نہ کرے اسی طرح ترک کو چھوڑ دو جب تک کہ انہوں نے تمہیں چھوڑ رکھا ہے۔''

آپؐ نے صاف طور پر فرمادیا کہ اگر اسلامی ممالک میں دوسری ریاستیں کسی بھی طرح ان کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کررہی ہوں تو ان سے خواہ مخواہ محاذ آرائی نہیں کی جائے گی۔ ہاں اگر یہ لوگ اسلامی ریاستوں کے خلاف مہم جوئی شروع کریں تو ان پر طاقت وقوت کیساتھ یلغار کی جائے گی اور ان کے فتنہ وفساد کا سدباب کیا جائے گا۔

پناہ کے خواستگار کو پناہ دی جائے گی

زمانۂ جنگ میں امن وامان کے حصول کا عمل مختلف مقاصد کے تحت آج بھی جاری ہے۔ جب بھی کوئی غیر مسلم کسی حالت میں امن وامان یا پناہ کا طالب ہو تو اسے پناہ دی جائے گی اگرچہ کسی فرد یا گروہ کو ایسی پناہ دینے کا اختیار صرف امیر کو حاصل ہے۔ لیکن اسلام میں اس کا مفہوم بہت وسیع ہے حتی کہ اگر کسی مسلمان عورت یا غلام نے بھی کسی کو پناہ دے دی تو وہ امان قابل قبول ہوگی۔ [۴۱]

اسلام میں سیاسی، سماجی اور معاشرتی امن وپناہ کا تصور کسی محدود دائرے میں محصور ومقید نہیں ہے بلکہ پناہ لینے والوں کے جان ومال کا تحفظ حکومت وقت کی ذمہ داریوں میں شامل ہوتا ہے۔ اس کی پناہ اس وقت تک ختم نہیں ہوتی ہے جب تک کہ اس نے کوئی ایسا جرم نہ کیا ہو جو قابل معافی نہ ہو۔ مثلاً بغاوت وسرکشی یا اسلامی حکومت اور اس کے علمبرداروں کے خلاف جاسوسی کا عمل ناقابل برداشت ہے اس لیے کہ یہ فتنہ وفساد کے دائرے میں آتا ہے۔ اس سے سرزد ہونے والے دوسرے جرائم میں عام قانون کے مطابق اس کے ساتھ عمل درآمد کیا جائے گا۔ میدان جنگ میں بھی جب کہ دونوں فریقوں کے مابین تصادم وآویزش اور جنگ وقتال جاری ہے، اگر فریق مخالف پناہ کا خواہاں ہو تو اسے پناہ دی جائے گی نہ یہ کہ انا اور وقار کا مسئلہ بنا کر یا نفس کے تابع ہوکر اس پر وار کیا جاتا رہے گا۔ اگر اس نازک موقع پر بھی اسلام کو سمجھنا چاہتا ہے تو اس کو حفظ وامان میں رکھتے ہوئے دعوت دی جائے گی۔ اس کے بعد بھی اگر وہ اپنی سابقہ روش کو بالائے طاق نہیں رکھنا چاہتا تو اس بات کی تلقین کی جاتی ہے کہ اس موقع پر بھی اسے ہوس کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا بلکہ اس کو

اس کے مقام محفوظ تک پہنچا دیا جائے گا۔اس سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ فرمائیں:

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ۔۴۲

''اور اگر کوئی شخص مشرکین میں سے آپ سے پناہ کا طالب ہو تو آپ اس کو پناہ دیجیے، تاکہ وہ کلام الٰہی سن لے پھر اس کو اس کی امن کی جگہ پہنچا دیجیے یہ اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ نہیں جانتے۔''

یہ حکم ربانی میدان جنگ میں نبرد آزما مشرکین سے متعلق ہے اس کی وضاحت ابن جریر طبری یوں کرتے ہیں:

''جن مشرکین سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے ان ہی کے بارے میں یہ بھی حکم ہے کہ ان میں سے کوئی اسلام کو سمجھنے کے لئے پناہ کا طالب ہو تو اسے پناہ دی جائے گی۔ اگر وہ اسلام کو قبول نہ کرے تو بہ حفاظت اسے اس کے علاقہ میں پہونچا دیا جائے گا۔ اسلامی ریاست کا کوئی فرد اس سے تعرض نہ کرے''۔۴۳

علمبرداران اسلام کے ہر دور میں اس قانون امن وامان کا پاس ولحاظ رکھا اور اس پر عمل بھی کیا۔ اگر کسی نے بڑے سے بڑے مجرم کو لاعلمی میں بھی اپنی پناہ میں لے۔تو اس امان کا لحاظ رکھا گیا اور اس سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا بلکہ اس کے جان ومال کی حفاظت کی ذمہ داری کو بطیّب خاطر قبول کیا گیا۔ ہاں اگر کبھی کسی فریق مخالف یا اس کے کسی فرد کے ساتھ اگر کسی نے کوئی ناروا سلوک کیا جس کا سرا ظلم وتعدی سے مل جاتا ہے تو حقیقت یہ ہے کہ اس کا ذاتی عمل ہے۔ مذہب اسلام اور اس کی درخشاں انسانیت نواز تعلیمات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔اس لیے کہ اسلام جس طرح اپنے نام سے امن وآشتی کا پیغام دیتا ہے اسی طرح قرآن وسنت میں مذکور واضح اور بین تعلیمات، ظلم وعدوان کی مخالف اور امن وآشتی کی نقیب ہیں۔ یہاں ایک انسان کا قتل ناحق پوری انسانیت کے قتل کے برابر اور ایک انسان کی جان بچانا پوری انسانیت کی جان بچانے کے برابر ہے۔ جو مذہب انسانی خون کے احترام میں اس انتہا تک پہنچ جاتا ہو اس کی طرف دہشت گردی اور خونریزی کا انتساب سرتاپا ظلم ہے۔ یہاں اگر جنگ کی اجازت ہے تو محض فتنہ وفساد کا قلع قمع کرنے کے لیے تاکہ فرد، معاشرہ، ملک اور قوم کو امن وآشتی کی خوشگوار فضا میسر ہو اور کاروان انسانیت منزل مقصود کی یافت میں امن وسکون کے ساتھ رواں دواں رہے۔

حوالے وحواشی

۱- سید محمد قطب: اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، ص:۹۰ فرید بک ڈپو لمیٹیڈ
۲- النساء:۵۹
۳- سنن ابی داؤد: کتاب الجهاد، باب فیمن یغزو ویلتمس الدنیا، حدیث ۲۵۱۵، ص:۴۴۲، الالبانی
۴- السنن ابن ماجہ: ابواب الجهاد، باب طاعة الامام، حدیث ۲۸۵۹، ص:۴۸۵ الالبانی
۵- السنن ابن ماجہ: باب طاعة الامام، حدیث:۲۸۶۱، ص:۴۸۵، الالبانی
۶- النحل:۹۱ ۷- الرعد:۲۱-۲۰ ۸- بنی اسرئیل:۳۴
۹- سنن ابی داؤد: باب فی الامام یستجن به فی العهود، حدیث:۲۷۵۸، ص:۴۸۸، الالبانی
۱۰- سنن ابی داؤد: باب فی الوفاء للمعاهد وحرمته ذمته۔ حدیث:۲۷۶۰، الالبانی
۱۱- سنن ابی داؤد: باب فی الامام یکون بینه وبین العد و عهد فیسیر نحوه' حدیث:۲۷۵۹، الالبانی
۱۲- الامام ابو الحسن البلاذری: فتوح البلدان، ص۵۳
۱۳- محمد:۴ ۱۴- الدهر:۸-۱۰
۱۵- الصحیح للبخاری: باب الطیب للجمعه حدیث:۲۵۴۵
۱۶- جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری: الکشاف عن حقائق التنزیل وغواض، ج۴، ص۱۹۶، دار الکتاب العربی بیروت، لبنان
۱۷- سنن ابی دائود: باب فی النهی عن المثلة، حدیث ۲۶۶۶، ص۴۶۸، الالبانی
۱۸- سنن ابی داؤد: حدیث:۲۶۶۷ الالبانی ص:۴۶۹
۱۹- مسند احمد بن حنبل: حدیث سمره بن جندب، ج۵، ص۲۰
۲۰- سنن ابی داؤد: باب مایومرمن انضمام العسکر وسعته، حدیث ۲۶۲۹، ص:۴۶۱، الالبانی
۲۱- عبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی: السنن، النسائی، باب النهی من التفرق فی الشعب والاودیة حدیث ۸۸۵۶ الالبانی
۲۲- السنن الترمذی: باب ماجاء فی النهی من قتل النساء والصبیان، حدیث ۱۵۷۱، الالبانی
۲۳- الممتحنہ:۶۰-۸ ۲۴- ابوالاعلیٰ مودودی: الجهاد فی الاسلام، ص۲۲۴
۲۵- الانفال:۶۷ ۲۶- التوبہ:۴
۲۷- الصحیح للبخاری: باب مایکره من المثلة والمصبوره حدیث ۵۵۱۶
۲۸- السنن لابن ماجه: باب النهی عن النهبه حدیث ۱۳۹۳۷، البانی
۲۹- البقرہ:۲۰۵ ۳۰- ابی جعفری محمد بن جریر الطبری: ج۲، ص۴۶۔ بحوالہ صدیق اکبر، ص۳۲۹
۳۱- الصحیح البخاری: باب غزوه خیبر، ج۲، ص۶۰۳، حدیث ۳۹۶۱
۳۲- الصحیح البخاری: من احب البناء قبل الغزو، کتاب النکاح، ص۷۷۵
۳۳- الصحیح للبخاری، باب من لم یستطیع الباءت فلم یصم، ج۲، ص۷۵۸، حدیث ۲۵۵۱
۳۴- النمل، ۲۷-۳۴ ۳۵- احمد بن حنبل: مسند احمد، ج۵، ص۴۲۲
۳۶- السنن لابی داؤد: باب فی تعشیر اهل الذمة، ج۲، ص۱۸۶، حدیث ۳۰۵۰، الالبانی
۳۷- النساء:۹۰ ۳۸- الانفال:۶۲-۶۱ ۳۹- الانفال:۵۸
۴۰- السنن لابی ابوداؤد: کتاب الملائم، باب فی النهی عن تهیج الترک اوالحبشه حدیث:۴۳۰۴، الالبانی
۴۱- الصحیح البخاری، کتاب الجهاد۔ باب امان النساء، وجوارهن ۴۲- التوبہ:۶
۴۳- ابی جعفر محمد بن جریر الطبری: جامع البیان عن تاویل القرآن، ج۱۴، ص۱۳۸، دار المعارف، مصر،

کتابوں کی دنیا

ڈاکٹر جمیل جالبی*

جب مجھے کسی کتاب کے شائع ہونے کی خبر ملتی ہے

معروف ادیب، دانشور ونقاد جناب ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب لکھتے ہیں کہ جب کوئی نئی کتاب وجود میں آتی ہے تو اس سے نکلنے والی شعاعوں سے کائنات کا رنگ بدل جاتا ہے۔ جس معاشرے میں جتنی زیادہ کتابیں وجود میں آتی ہیں اسی لحاظ سے وہ معاشرہ کائنات کے رنگ کو تبدیل کرتا جاتا ہے۔ صرف اسی پیمانے سے آپ مختلف معاشروں پر نظر ڈالئے تو یہ بات سامنے آئے گی کہ جن معاشرہ میں کثرت سے کتابیں لکھی جارہی ہیں، ان معاشروں کا رنگ ساری زمین پر غالب آرہا ہے۔ ان کی تہذیب وتمدن سے دنیا منور ہورہی ہے، اور ساری دریافتوں، انکشافات اور ایجادات کے مخارج بھی وہی معاشرے ہیں مسلمانوں نے یادش بخیر جب تہذیب کے نقطہ عروج کو چھوا تو کتاب ہی اس کے عروج کا سبب تھی۔ آج معاشرہ کمال پر ہے تو اس کی بنیاد بھی کتاب پر قائم ہے۔ کسی معاشرے میں کتاب کا نہ لکھا جانا اس بات کی علامت ہے کہ اس معاشرے کی جڑیں کھوکھلی ہوگئی ہیں اور اب یہ درخت ہوا کے تیز جھونکے سے زمین پر آرہے گا۔

کتاب سے معاشرے کا ذہن وشعور کے دریچے کھلے رہتے ہیں اور فکر وخیال کی تازہ ہوا پہنچتی رہتی ہے، اندھے معاشرے کتاب کی اہمیت کو نہیں سمجھتے، اس لئے ایسے معاشرے پہلے گونگے اور پھر بہرے ہو جاتے ہیں۔ جب معاشرہ اندھا ہوگا، بہرا اور گونگا ہوجائے تو پھر اس کا مستقبل بھی باقی نہیں رہتا۔ اسی لئے جب مجھے کسی کتاب کی اشاعت کی خبر ملتی ہے تو مجھ میں زندگی کا احساس گہرا ہوجاتا ہے۔ ضروری نہیں کی لکھی جانے والی ہر کتاب میرے پسند کے مطابق ہو، یا وہ ایسی کتاب ہو جس کے موضوع سے بھی مجھے دلچسپی ہو۔ مقصد تو یہ ہے کہ کتاب کی اشاعت خود اس بات کی علامت ہے کہ وہ معاشرہ جس میں کتاب لکھی جارہی ہے، زندہ ہے۔

---

* نامور ادیب، دانشور، کالمنسٹ

مولانا ابوالمعز حقانی *

چند اکابر کی جدائی

(۱) محقق دوراں حضرت مولانا محمد نافعؒ فاضل دیوبند

(۲) حضرت مولانا محمد عثمان صاحبؒ (۳) حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

محقق دوراں حضرت مولانا محمد نافعؒ فاضل دیوبند

علمی وروحانی اور قلمی وتحقیقی دنیا کو پے درپے سانحات کا سامنا ہے، تسلسل کے ساتھ جبال العلم مشائخ وقت ایک ایک کرکے رخصت ہورہے ہیں جس سے گلستان علم وعمل کی رونقیں متاثر ہورہی ہیں۔ قلم ششدرہ و حیرت زدہ ہے کہ کس کس عظیم شخصیت کی رحلت پر حسرت وافسوس اور تعزیت پیش کریں۔

چمن کے تخت پر جس دم شہہ گل کا تجمل تھا ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اک شور تھا اک غل تھا

جب آئے دن خزاں کے کچھ نہ تھا جز وخوار گلشن میں بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گل تھا

سال گزشتہ کے آخر میں ۳۰/ دسمبر ۲۰۱۴ء کو ہم ایک عظیم محقق ومصنف، دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز فاضل، جامعہ محمدی شریف جھنگ کے منتظم، اور ایک طویل عرصہ تک علمی روشنی بکھیرنے والی شخصیت حضرت مولانا محمد نافعؒ سے محروم ہوگئے، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ

پاکستان میں تقسیم ہند سے قبل دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے والے فضلائے عظام جماعت کے اب دو چار ہی لعل وجواہر (اکابر) رہ گئے۔ موجودہ نازک حالات میں ایسے ہی اکابر ہمارے لئے مشعل راہ ونمونہ ہیں، تصنیف وتالیف کی دنیا میں مولانا مرحوم کا نام ہی ثقاہت کا نشان سمجھا جاتا تھا۔ انہوں نے اپنے قلم کو عظمت صحابہ کے لئے وقف کررکھا تھا۔ انہیں یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ سب سے پہلے قادیانیوں کے اخبار ''الفضل'' لاہور کے خاتم النبیین نمبر شائع شدہ ۱۹۵۲ء (جس میں عنوان کے برخلاف نبوت جاری رہنے کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔) کے رد میں قلم اٹھایا، شباب سے عالم پیری تک آپ نے مسلسل

---

* استاد جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

جدوجہد اور پورے عزم کے ساتھ اسلام کی سربلندی اور ملت اسلامیہ کی خیرخواہی میں زندگی کا ہرلمحہ صرف کیا۔ آپ سراپا خیر انسان تھے، بزدلی اور ہزیمت کا کوئی شائبہ اس عظیم انسان کی زندگی میں نظر نہیں آتا۔ آپ اقبال کے اس شعر کی تصویر تھے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

افسوس! کہ احقر باوجود بارہا کوشش وخواہش کے ملاقات کا شرف حاصل نہ کرسکا۔ کئی دفعہ ملتان جاتے ہوئے عزم مصمم بھی کیا، لیکن عرفت ربی بفسخ العزائم موصوف کا جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور مولانا سمیع الحق سے اچھے تعلقات استوار رہے۔

آپ کی پیدائش قصبہ محمدی شریف میں ۱۳۳۵ھ بمطابق ۱۹۱۵ء کو مولانا عبدالغفور بن عبدالرحمٰن بن غلام محی الدین بن خدایار بن کریم بخش بن خیر محمد بن سعد اللہ بن میاں حافظ امام الدین رحمہم اللہ کے ہاں ہوئی۔ نافع وجہ تسمیہ کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ آپ کے والد ۱۹۱۴ء کو حج کی ادائیگی کیلئے تشریف لے گئے تو مکہ سے مدینہ جانے کیلئے ایک اونٹ کرائے پر لیا جس کے شتربان کا نام نافع تھا یہ نام اتنا پسند آیا کہ انہوں نے وہی سے تہیہ کیا کہ اگر اللہ نے دوسرا فرزند دیا تو اس کا نام نافع رکھے گا۔ مولانا مرحوم واقعی اسم با مسمیٰ ٹھہرے چہار دانگ عالم آپکی نفع و برکات پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔ ۱۹۳۳ء میں آپ نے اپنے والد سے قرآن پاک حفظ کی تکمیل کرنے پر اپنے برادر بزرگ مولانا محمد ذاکر اور مولانا اللہ جوایا شاہؒ سے ابتدائی کتب میں استفادہ کیا۔ یادرہے کہ آپ کے برادر اکبر مولانا محمد ذاکرؒ نے جو کہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری کے شاگرد خاص تھے۔ جھنگ کی سرزمین پر جامعہ محمدی شریف کے نام سے ایک بڑا مدرسہ قائم کرکے پورے علاقہ کو علم سے سیراب فرمایا۔ مولانا نافع نے اس مدرسہ میں تحصیل علم کے بعد فنون ومعقولات میں مولانا احمد چوکیروی، مولانا قطب الدین اچالوی، مولانا غلام رسول انی والے (گجرات)، مولانا اللہ بخش گدائی اور مولانا شیر محمد وغیرہم سے کسب فیض پایا۔ تکمیل علوم کیلئے دارالعلوم دیوبند کا رخ فرمایا۔ ۱۹۴۳ء میں وہاں سے سند فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد آپ سہ روزہ دعوت لاہور اور ماہنامہ ''الفاروق'' سے تحریر وتالیف کے سلسلے میں وابستہ ہوئے۔ رفتہ رفتہ آپ نے اس میدان میں قارئین کا ایک بڑا حلقہ پیدا کرلیا۔ فن مناظرہ میں اللہ تعالیٰ نے آپکو ید طولیٰ سے نواز رکھا تھا۔ دین کی نشر اشاعت کیلئے وعظ وتبلیغ کے لائن سے بھی مسلسل جڑے رہے آپکے کمالات میں تواضع، عاجزی، انکساری، ہمدردی، خیرخواہی، یتیم پروری، غرباء ومساکین اور بیوہ گان کی خبرگیری، راست گفتاری، سادگی، نفع رسانی، خداترسی، عزم واستقلال، صبر

وشکر، امارت پسندی سے اجتناب وغیرہ جیسے عالی صفات شامل ہیں۔ دیوبند سے واپسی پر جامع محمدی شریف میں درس کا آغاز کیا۔ آپکی محققانہ تصنیفات نے دوست تو دوست دشمن کو بھی ورطہ حیرت میں ڈال کر رکھ دیا۔ عصر حاضر میں تحقیق کا حق آپ نے ادا کیا آپ نے اپنی جوانی سے لے کر بڑھاپے تک ساری توانائیاں، صلاحیتیں اور ہمہ اوقات اہل بیت نبوی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے دفاع میں صرف کیے۔ آپکے تحقیقی کتب کو مطالعہ کر کے اندازہ ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں آپ نے تفسیر، حدیث، اسماء الرجال، انساب، طبقات، علم العقائد اور تاریخ کے کتنے بڑے ذخائر کو کنگالا۔ آپکی مشہور زمانہ تصنیف رجماء بینھم اپنی نظیر آپ ہے جس کا عربی ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔ آپ وقتاً فوقتاً اپنی تصنیفات ماہنامہ الحق میں تبصرہ وتعارف کے لئے ارسال فرماتے تھے۔

آپکی دیگر تصنیفات میں مسئلہ ختم نبوت، حدیث ثقلین، بنات اربعہؓ، سیرت حضرت علی المرتضیٰؓ، فوائد نافعہ (سیرت حسنینؓ دو جلد) حضرت ابوسفیانؓ اور انکی اہلیہ، سیرت سیدنا ابوسفیانؓ، سیرت حضرت امیر معاویہؓ مشہور ہیں۔ ۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے بھرپور حصہ لیا اور اس سلسلے میں چار ماہ سے زائد عرصہ تک جیل کی صعوبت بھی برداشت کی۔ آپکے جنازے میں ایک محتاط اندازے کے مطابق ساٹھ ہزار افراد نے شرکت کیں۔ ۳۱ دسمبر کو یہ عظیم علمی گوہر محمدی شریف کی سرزمین پر غروب آفتاب کے وقت سپرد خاک کیا گیا۔ ؎ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت راہ

---

(۲) جمعیۃ علماء اسلام کے قدیم کارکن ورہنما

حضرت مولانا محمد عثمانؒ (تاروجبہ) کی رحلت

قافلہ اکابرین کا ایک اور عظیم سپوت، ضلع نوشہرہ اور پشاور میں جمعیت علماء اسلام کے قدیم ترین کارکن رہنما، تاروجبہ کے معروف دینی و رفاہی شخصیت حضرت مولانا محمد عثمان صاحبؒ گزشتہ دنوں ۲۴ جنوری ۲۰۱۵ء کو بوقت عصر ساڑھے چار بجے ایل آر ایچ ہسپتال پشاور میں اس جہان فانی سے کوچ فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۲۵ رجنوری بعد از ظہر تین بجے تاروجبہ میں آپ کا نماز جنازہ مولانا حزب اللہ جان نے پڑھایا۔ جس میں علاقہ بھر سے ۸۔۱۰ ہزار افراد نے شرکت کی۔ افسوس! کہ اُسی روز پہلے سے طے شدہ دارالعلوم حقانیہ کی نئی زیر تعمیر جامع مسجد مولانا عبدالحقؒ کے بارہ میں اکوڑہ خٹک اور اس کے گردونواح کے علاقے کا

مشاورتی اجلاس تھا۔جس کی وجہ سے حضرت مہتمم صاحب مولانا سمیع الحق صاحب اور ہم سب جنازہ میں باوجود خواہش کے شرکت نہ کرسکے، بعد میں دارالعلوم کے مشائخ واساتذہ کرام کا ایک وفد مولانا سمیع الحق کی قیادت میں تعزیت کے لئے ان کے پسماندگان کے پاس گیا۔

اوصاف وکمالات:

آپ کچھ عرصے سے علیل تھے، اس بڑھاپے میں بھی وہ دینی، سیاسی اور معاشرتی کاموں میں ایک تنومند جواں سے زیادہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔آپ انتہائی بارعب، بلند قامت، جری اور دبنگ شخصیت کے حامل تھے، ساری عمر منکرات اور بدعات کے خلاف اپنے علاقہ میں برسرپیکار رہے' حق گوئی و بیباکی آپ کو ورثہ میں ملی تھی،تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران چھ ماہ تک ہریپور جیل میں پابند سلاسل رہے، اس سے قبل جب ساٹھ کی دہائی میں شریعت کے خلاف عائلی قوانین کا مسئلہ درپیش آیا تو پورے ملک میں علماء نے اس کے مقابل میں اٹھ کر بھرپور مزاحمت کی۔اس موقع پر مولانا مرحوم بھی پیش پیش تھے، جنہیں اِس جرم کی پاداش میں تین برس تک جیل کاٹنی پڑی۔جیل میں سکونت کے دوران انہوں نے کئی عیسائیوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔تقریباً اسی برس تک سیاسی میدان میں بھرپور دینی خدمات انجام دیں۔۷۰ء، ۷۷ء، ۸۵ء، ۸۸ء اور ۲۰۰۲ء کے الیکشنوں کے دوران پورے علاقہ میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ، مولانا انوار الحق اور مولانا حامد الحق حقانی کی کامیابی کیلئے بھرپور کوششیں کیں۔خانوادہ شیخ الحدیثؒ کے ساتھ آپ کا گہرا تعلق ساری عمر رہا۔

آپ بیتی:

گزشتہ سال ۱۶ جون ۲۰۱۴ء کو سخت گرمیوں میں دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے تو غرض یہی تھی کہ میرے بعد گاؤں میں قائم کردہ مدرسہ ربانیہ اور مسجد دین کی خدمت کے لئے آباد وشاداب رہنا چاہیے، اس کے لئے انہوں نے اسٹامپ پیپر پر وصیت نامہ قلمبند کیا تھا، کہ میرے بعد یہ مدرسہ میرے برادرزادے مولانا سمیع الحق صاحب، مہتمم دارالعلوم حقانیہ کے تصرف میں ہوگا، اس کے جملہ انتظامی امور دارالعلوم حقانیہ کے ماتحت ہوں گے۔ یہ ایک طرف ان کی دینی اشاعت کے درد کا آئینہ دار ہے تو دوسری طرف جامعہ دارالعلوم حقانیہ پر ان کا بھرپور اعتماد اور اعتقاد کا مظہر بھی ہے۔ اس موقع پر مولانا سمیع الحق صاحب خود موجود نہ تھے، لہٰذا انہوں نے مولانا انوار الحق، مولانا مفتی سیف اللہ اور احقر سے اس سلسلے میں بات چیت کی۔پھر یہ وصیت نامہ میرے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے بھتیجے کو کہنا کہ یہ مدرسہ تمہارے سپرد ہے، اگرچہ وہ کہے گا کہ میں دارالعلوم حقانیہ اور جمعیت علماء اسلام کے وسیع امور سے فراغت نہیں پاتا لیکن

پھر بھی میری طرف سے کہہ دینا کہ انکار کے باوجود آپ ہی اس مدرسہ کی نگرانی کریں گے۔ انکار پر میں خفا ہوں گا مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اس مدرسہ کا نام آپ کے دادا مرحوم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے خود تجویز فرمایا تھا۔اس ملاقات کے دوران احقر نے موصوف سے ان کی سوانح حیات کے بارے میں مختلف سوالات کئے۔ جو پیش خدمت ہیں:

نام ونسب وخاندانی پس منظر:

محمد عثمان بن میرا خان بن ابراہیم بن محمود الرحیم بن حسین بن یاسین بن دوران ۔ فرمایا کہ ہمارے جد امجد احمد شاہ ابدالی کے ساتھ جہاد کی غرض سے اس علاقہ میں وارد ہوئے تھے، ان کے تقویٰ و تدین اور بزرگی سے متاثر ہوکر موضع جھگڑا میں انہیں دو ہزار جریب زمین اس وقت کے حکمران نے ہدیۃً پیش کی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اخون پنجو باباؒ اور میاں صاحب چمکنی بھی حیات تھے۔

فرمایا ہماری قوم کی چار شاخیں غلجی، سدوزئی، بارکزئی اور عمرزئی ہیں۔ ہمارا تعلق غلجی شاخ سے ہے۔

جمعیت علماء اسلام سے تعلق اور منقسم جمعیت کی تاویل

فرمایا کہ میں تحصیل نوشہرہ کا عرصہ ۵۲ برس تک نائب امیر رہا، اور ضلع پشاور کا بھی کئی برسوں تک مولانا ایوب جان بنوری کے کہنے پر نائب امیر مقرر کیا گیا۔ بعد میں میں نے معذرت کی کہ میں دو ضلعوں کی ذمہ داری نہیں لے سکتا۔ سائیکل پر میں روزانہ پورے ضلع کا طویل سفر کاٹ کر چار چار پانچ پانچ جلسوں کا انعقاد کرتا تھا۔ جمعیت علماء اسلام کی موجودہ دھڑے بندی کے بارے میں کہا کہ بعض لوگ مجھ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جمعیت خود دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ مولانا سمیع الحق اور مولانا فضل الرحمٰن ایک دوسرے کے مدمقابل ہیں تو میں جواب دیتا ہوں کہ یہ مخالف کب ہیں؟ کیا مولانا فضل الرحمٰن، مولانا سمیع الحق کی استاذی سے انکار کرسکتے ہیں؟ اور پھر دونوں گروہوں کا پرچم علیحدہ ہے یا یکساں؟ فضل الرحمٰن اس ملک میں کون سے نظام کے داعی ہیں؟ اور مولانا سمیع الحق کون سا نظام اس ملک میں نافذ کرنا چاہتا ہے؟ جواب یقیناً شریعت ہی ہے، تو پھر بتایئے یہ ایک دوسرے کے مخالف ہوئے؟ یا ہمنوا ہوئے؟ معمولی سا اعتباری فرق ہے ایسا اختلاف خیر القرون میں ائمہ کے درمیان رہا۔

پیدائش:

فرمایا کہ میری پیدائش کا سن تو نہیں لکھا گیا مگر مجھے اپنے علاقہ میں جب (۱۹۱۵ء) وبا پھوٹ

پڑی تھی وہ خوب یاد ہے' میری عمر اس وقت سات برس کی تھی ۔اسی طرح جب ۱۹۸۳ء میں حج کے لئے جارہا تھا تو مجھے پاسپورٹ کے لئے شناختی کارڈ کی ضرورت پڑی تو اس وقت حج کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ عمر کی حد ۷۰ برس رکھی گئی تھی چونکہ اس وقت میری عمر ۸۵ برس تھی تو میں نے حج کے شوق میں اپنی عمر بیس برس کم لکھوائی۔

تعلیمی زندگی: اپنی تعلیمی زندگی کے متعلق سوال کے جواب میں ایک پشتو شعر سے آغاز کیا

سوك چه سبق دَ مدرسے وائی پاره دَ پیسے وائی

جنت كه به حئائے نه وی دوزخ كه به غوبے وائی

(جو شخص دنیا کے حصول کے غرض سے پڑھے گا، جنت میں اُس کیلئے کوئی جگہ نہیں، اس کا ٹھکانہ جہنم میں غوطے لگانا ہی ہے)

اور پھر کہا کہ اگر میں لکھنا سیکھتا تو آج بہت کچھ تصنیف و تالیف کر لیتا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ جب میں موضع بابی (تاروجبہ) میں بلخ استاد سے قرآن پاک ناظرہ کا پندرہواں پارہ پڑھ رہا تھا کہ تو ایک دن میرے دادا مرحوم وہاں آئے ،انہوں نے میرے ہاتھ میں قلم ودوات دیکھ کر نہایت غضب کی حالت میں آگ بگولہ ہوکر مجھے اٹھا کر مسجد سے باہر پھینک دیا، اور قلم دوات توڑ کر کہا کہ آخر تم نے کیوں یہ لکھنے کا شغل اختیار کیا ہے؟

احقر نے پوچھا کہ آپ کے دادا لکھنے پڑھنے (عصری تعلیم) کہ اتنے مخالف کیوں تھے؟ تو فرمایا کہ یہ لمبی تاریخ ہے، انگریز جب برصغیر چھوڑ کر جارہے تھے، تو یہاں کے مقامی نوابوں، جاگیرداروں، خان بہادروں جنہیں وہ نوازتے تھے، نے اُن کی منت کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں چھوڑ کر مت جاؤ اِس پر فرنگیوں نے اِن نوابوں کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ ہم نے ایسا نظام بنایا ہے کہ ہم چلے تو جائیں گے مگر پھر بھی ہم یہاں تعلیمی تہذیبی اور روایات کے اعتبار سے موجود رہیں گے ۔اسی غرض سے انہوں نے لارڈ میکالے کا نظام تعلیم رائج کیا جس کے اثرات یہ تھے کہ پڑھنے والا ظاہری وضع قطع کے لحاظ سے تو ہندوستانی ہوتا لیکن دل و دماغ اور سوچ وفکر کے اعتبار سے انگریز رہتا۔ انگریز نے اس نظام تعلیم کی راہ میں صرف علماء کو رکاوٹ سمجھ رکھا تھا۔ اسی لئے انہوں نے چالیس میل تک ہمارے اِن علاقوں میں علمائے کرام ،دیندار اور باشرع لوگوں کو دو رویہ سڑک کے درختوں پر لٹکا کر پھانسیاں دیں۔ انہی مقاصد کے تحت سکولز، کالجز، اور یونیورسٹیاں بنائی گئیں۔ دینی کتب میں ابتدائی استفادہ پیر سباق (نوشہرہ) مولانا محمد رفیق کے والد سے منیۃ المصلی، کنزالدقائق اور دیگر فقہی کتابیں پڑھیں۔اس کے بعد موضع ملوگی (پشاور) میں سال بھر تک پڑھتا رہا۔ آپ کے جدِ مکرم مولانا عبدالحق بھی وہاں مجھ سے پہلے کچھ کتابیں پڑھ چکے تھے۔ پھر بدرشی میں الحاج

شیر افضل خان (رکن جامعہ دارالعلوم حقانیہ) کی مسجد میں ایک عالم دین سے کچھ عرصہ تک تحصیل علم پائی۔ بٹگرام الائی کے علاقہ بنہ میں مولانا عبدالصبور سے علم ادب، اخلاق، علم کلام میں کسب فیض پایا۔ اسی علاقے موضع تھیلوس نامی گاؤں میں مولانا سعید احمد صاحب سے بھی علمی خوشہ چینی کی۔ پھر موضع شاہ منصور (صوابی) کے مولانا عبدالہادیؒ سے فنون کی بقیہ کتب پڑھیں۔

سوات کے ایک پہاڑی دیہات کاشنگو رمیں ایک معروف عالم دین سے مشکوٰۃ پڑھی جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے، حدیث شریف کی اعلیٰ کتب مولانا عبدالصبور اور مولانا عبدالمالک صاحب فضلاء دیوبند سے پڑھیں۔ فرمایا کہ میں نے ۲۷ برس تک تحصیل علم کیا۔

بیعت وتصوف

تصوف وسلوک میں حضرت مولانا نصیرالدین غورغشتوی صاحبؒ سے اسباق حاصل کئے اور انکے علاوہ رانڑو گڑھی کے ایک پیر صاحب سے دوسلسلوں میں اجازت پائی۔ اہل علاقہ کا کہنا ہے کہ موصوف سے ۶۵ برس سے تہجد کی نماز قضانہیں ہوئی تھی۔ اور ۴۵ برس سے انہوں نے مسجد ہی کو اپنی اقامت گاہ بنایا تھا، جہاں وہ ہمیشہ چلہ کش رہتے تھے۔

حکمت وزمینداری

ہندوستان کے مشہور حکیم نابینا سے عرصہ پانچ برس تک حکمت وطب میں تعلیم پائی، یاد رہے کہ مولانا مرحوم گھریلو طور پر علاج معالجہ کے لئے اپنے نسخے بناتے تھے۔ اور بعض بیماریوں کیلئے وہ نسخے طلباء کو قلمبند بھی کروائے۔ کسب معاش کے لئے آپ نے زمینداری کا مشغلہ اختیار کیا تھا۔ اکابرین میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے ساتھ پندرہ یوم تک صحبت رہی، حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ، حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا عزیر گل اسیر مالٹاؒ جیسے اکابرین سے بھی خصوصی اور عقیدت مندانہ تعلق خاطر رہا، حضرت بخاریؒ صاحب کے ساتھ تو ایک عرصہ تک حفاظتی دستے میں بھی شامل رہے۔

اولاد: آپ کے تین بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں جن میں سب سے بڑے مولانا سید رضا دارالعلوم حقانیہ کے فیضیافتہ ہیں۔ اور دوسرے بیٹے محمد رزاق اور عبدالرزاق (مرحوم) ہیں۔

اس وقت آپ کے ایک نواسے حضرت علی آپ کے مدرسے کے منتظم ہیں۔

(۳) امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کا سانحہ ارتحال

حضرت مولانا محمد نافع صاحبؒ، حضرت مولانا مجاہد خان صاحبؒ اور حضرت مولانا جمشید صاحبؒ کی رحلتوں کے بعد آج یکم فروری ۲۰۱۵ء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی کے انتقال پر علمی دنیا کو ایک اور بڑے دھچکے کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ ان للہ ما اخذ وما اعطی فلنصبر ولنحتسب۔اللھم اغفرہ وارحمہ ۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی　　اک شخص سارے شہر کو ویراں کر گیا

اہل علم وعرفان کا یکے بعد دیگرے اٹھنا علاماتِ قیامت میں سے ایک ہے۔علمائے کرام ملت مسلمہ کے نظریات وعقائد اور اسلامی اقدار وروایات کے پاسباں اور امین ہوتے ہیں۔ان کا وجود امت کی تقویت کا ذریعہ ہوتا ہے۔اہل کفر وباطل مسلمانوں کے نظریاتی اور علمی وعملی سرحدوں پر ہر وقت حملہ آور ہوتے ہیں، اور جب ان سرحدوں پر انہیں محاذ آرائی کرنے والے اسلامی سپوتوں (علمائے کرام) کی کمی کا علم ہو تو اس سے اُن کی خوشی کی کوئی انتہاء نہیں رہتی ۔یہی وجہ ہے کہ آج مغرب ان پاسبانوں اور ان کے قلعوں (مدارس) کے خلاف یک جان ہو کر نبرد آزما نظر آتے ہیں۔حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کندیاں شریف کے بعد حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت کی ذمہ داری بھی نبھا رہے تھے۔قادیانیت کا فتنہ جو پاکستان سمیت پوری دنیا میں ماحول کو زہر آلود بنا رہا ہے اس زہر کے مسموم اثرات سے لوگوں کو محفوظ رکھنے کے لئے مجلس تحفظ ختم نبوت کا پلیٹ فارم پوری دنیا میں سرگرم عمل ہے۔اس کے امیر کی رحلت ان نازک حالات میں بہت بڑا سانحہ ہے۔

آپ ۵ جون ۱۹۳۴ء کو سلیم پور گاؤں کے آرائیں قوم کے دیندار گھرانے میں حافظ محمد یوسف کے ہاں پیدا ہوئے۔عصری تعلیم کا آغاز مقامی ہائی سکول میں کیا۔آپکا خاندان ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند پر پاکستان ہجرت کر کے شورکوٹ میں قیام پذیر ہوا، مڈل تک یہاں تعلیم پانے کے بعد دینی تعلیم کی ابتداء ۱۹۴۹ء میں دارالعلوم ٹوبہ ٹیک سنگھ سے کی۔ازاں بعد علمی خوشہ چینی کیلئے مدرسہ اشرف الرشید فیصل آباد میں داخلہ لیا پھر مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں حدیث میں حضرت مولانا عبدالخالقؒ اور حضرت مولانا مفتی محمودؒ سے کسب فیض پایا۔۱۹۵۵ء میں قاسم العلوم ملتان سے فراغت حدیث حاصل کرنے کے بعد آپ تدریسی لائن سے اس طرح جڑ گئے کہ اس رشتے کو تادم مرگ نبھائے رکھا۔تدریس کی ابتداء جامعہ نعمانیہ کمالیہ سے کی،

ایک سال تک وہاں پڑھانے کے بعد آپ کو اپنی مادر علمی قاسم العلوم سے بلاوا آیا تو وہاں مصروف درس ہوئے۔ آپ نے تشنگان علوم نبوت کی پیاس بجھانے کیلئے پندرہ برس تک اپنے استاد حضرت مولانا عبدالخالقؒ کے قائم کردہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا میں بھی خدمات انجام دیں۔ آپ کا درس نہایت آسان، دلنشین اور عام فہم ہوتا تھا۔ جب کسی موضوع پر بولتے تو معلومات کا ایک خزانہ موجزن ہوتا۔ شیخ سعدی کے اشعار حسب ضرورت زیادہ تر تلامذہ اور سامعین کو سناتے تھے۔

آج جامعہ اسلامیہ کہروڑ پکا کی مسند حدیث مولانا کی رحلت پر زبان حال سے تعزیت و ماتم کناں نظر آرہی ہے۔ ۴۲ برس تک آپ وہاں علمی روشنی بکھیرتے رہے بلکہ آج اگر پاکستان کے ممتاز اداروں میں یہ ادارہ نمایاں نظر آرہا ہے تو یہ مولانا لدھیانوی مرحوم کی ہی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ آپ کا انتقال بھی اسی برس (عیسوی اعتبار سے) کی عمر میں یکم فروری بروز اتوار ۱۱/ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ کو ملتان میں دینی مدارس و مساجد کے تحفظ کے سلسلے میں وفاق کی طرف سے منعقدہ کنونشن میں شرکت کے دوران حرکت القلب بند ہونے سے ہوا۔ اس طرح مسجد و مدرسہ کی حفاظت جیسے عظیم کام میں آپ کا آخری عمل بھی ثابت ہوا۔ تحشرون کما تموتون کی روایت کے موافق کل روز قیامت بھی آپ اسی عظیم کام میں مگن ہوکر اٹھیں گے۔ ایسی ہی قابل رشک موت کا ہر مسلمان متمنی ہوتا ہے۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

آپکی کوئی اولاد نہ تھی تاہم آپ کے ہزاروں روحانی فرزند (تلامذہ) آپکے لیے صدقات جاریات ہیں۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں ان کی مغفرت اور رفع درجات کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی جس میں حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب نے مرحوم کے فضائل و مناقب اور ان کی علمی و دینی خدمات پر روشنی ڈالی۔

مولانا مرحوم کا جامعہ دارالعلوم حقانیہ' دادا جان شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ اور تایا جان حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے ساتھ اچھے روابط تھے۔ نفاذ شریعت کی جدوجہد میں وہ ہمیشہ اپنی تائید و تصویب، دعاؤں اور رہنمائی سے نوازتے تھے اور وہ وقتاً فوقتاً اس سلسلے میں خط و کتابت بھی کرتے تھے۔

آپکا جنازہ بقیۃ السلف شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان فاضل دیو بند و صدر وفاق المدارس العربیہ کی امامت میں ادا کیا گیا جس میں اخباری اطلاعات کے مطابق ایک لاکھ افراد نے شرکت کیں۔

جناب عبدالرزاق *

گلشنِ قرآن کا تعارف

(قرآن میں ذکر کئے گئے پھل اور سبزیوں کا تعارف)

قرآن مجید میں ۱۵ سے ۲۰ نباتات کا ذکر ہے جس میں کچھ سبزیاں ہیں جیسے لہسن، پیاز، ادرک، مسور اور کچھ پھل ہیں جیسے انگور، انار اور انجیر وغیرہ اس کے علاوہ بھی اشجار کا تذکرہ ہے اور یہ سارے اشجار و اثمار فائدے سے خالی نہیں ہیں اور یہ سارے نباتات دنیا کے تقریباً ہر حصے میں پائے جاتے ہیں قرآن مجید نے نباتات پر غور وفکر کی طرف توجہ بھی دلائی ہے۔

وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ یَنْعِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (سورۃ الانعام آیت ۹۹)

''اور (دیکھو) وہی ہے جو آسمان سے (یعنی بلندی سے) پانی برساتا ہے پھر اس سے ہر طرح روئیدگی پیدا کرتا ہے پھر روئیدگی سے ہری ہری ٹہنیاں نکل آتی ہیں اور ٹہنیوں سے دانے نمودار ہوجاتے ہیں۔ایک دانے سے دوسرا دانہ ملا ہوا اور (اسی طرح) کھجور کے درخت سے (بھی پھل پیدا ہوجاتے ہیں) جس کی شاخوں میں گچھے جھکے پڑتے ہیں اور (اسی طرح) انگور زیتون اور انار کے باغ پیدا کئے صورت شکل میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور ایک دوسرے سے الگ الگ۔ ان کے پھلوں کو دیکھو جب درخت پھل لاتا ہے (کہ کیسے عجیب وغریب طریقے سے ٹہنیوں اور جڑوں میں سے نکلتے ہیں اور پھر ایک مقررہ انتظام کے ساتھ بڑھتے درجہ بدرجہ اور پختگی سے قریب ہوتے جاتے ہیں) اور پھر ان کے پکنے کو دیکھو (کہ پکنے کے بعد اپنے جرم، اپنی رنگت، اپنی خوشبو اور اپنے مزے میں کیسی عجیب نوعیت پیدا کرلیتے ہیں) بلاشبہ جو لوگ یقین رکھتے ہیں، ان کے لئے اس بات میں (ربوبیت الٰہی) کی بڑی نشانیاں ہیں۔''

---

* سابق پرنسپل تعلیم القرآن حقانیہ ہائی سکول

اس کے علاوہ بھی بہت سی آیات ہیں جو نباتات کی افادیت کو ظاہر کرتی ہیں، زمین پر اس کی روئیدگی، افزائش اور بطور غذا اور دوائی کی طرف اشارہ کرتی ہیں زیر نظر مضمون اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دربار میں قبول فرمائے۔ (آمین)

القثاء (کھیرا)

کھیرا ایک بیل کا پھل ہے جو بطور سلاد استعمال ہوتا ہے ایک بالشت لمبا ہوتا ہے رنگ سبز اور سفید مائل ککڑیوں جیسا ہوتا ہے مزاج میں سرد ہے، یہ زمانہ قدیم سے کاشت کیا جارہا ہے جنوبی ایشیاء اور امریکہ میں بکثرت پایا جاتا ہے اسکے بے شمار فوائد ہیں، مثلاً مثانے کی گرمی، جلن اور درد، پیشاب رک رک کر آنا ہو تو اس کا مغز استعمال کرنے سے یہ تکلیفیں دور ہوجاتی ہیں، علاوہ ازیں، آنتوں، معدے کی سوزش، یرقان میں جسم کو سکون اور آرام پہنچانے، سر درد اور بخار کو دور کرنے کے لئے نافع ہے، آنکھوں پر سوزش کی صورت میں اس کی چھلکے کو آنکھوں پر تھوڑا سا رکھیں فائدہ ہوگا، اس کا سائنسی نام Cucumis sativa ہے۔

کھیرا دنیا میں چوتھے نمبر پر زیادہ اگنے والی سبزی ہے، بہترین خوراک اور صحت کیلئے مفید سبزی تصور کی جاتی ہے، دنیا میں سب سے بڑی ککڑی جنوبی چائنا میں پیدا ہوتی ہے، جو تقریباً 67 انچ لمبا اور 154 پاؤنڈ وزنی ہوتی ہے، کھیرا یا ککڑی کا ذکر بھی قرآن مجید میں صرف ایک بار ہی آیا ہے اور وہ بھی بنی اسرائیل کے تذکرے میں، میدانِ تیہ میں بنی اسرائیل کو دونوں وقت کھانے کیلئے من وسلوی ملتا تھا، چنانچہ انسان کا مزاج ہی کچھ ایسا ہے کہ وہ ایک قسم کا کھانا کھاتے کھاتے بد دل ہو جاتا ہے، اور اس کی طبعیت کا تقاضا ہوتا ہے کہ مختلف قسم کے کھانے کھائے، بنی اسرائیل بھی من وسلوی کھاتے کھاتے اکتا گئے اور حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ کہ اپ اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لئے زمین سے نکلنے والی چیزیں پیدا فرمائے ہمیں سبزیاں چاہئے کھیرا چاہئے گیہوں مسور کی دال، پیاز اور لہسن چاہئے۔

وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآئِهَا وَ فُوْمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ

(البقرۃ:۶۱)

''اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ! ہم ہرگز صبر نہیں کرینگے ایک کھانے پر لہٰذا ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجئے وہ ہمارے لئے ان چیزوں کو نکال دے جن کو زمین اگاتی ہے اس کی سبزی کھیرا، گیہوں ،مسور اور پیاز، موسیٰؑ نے کہا تم بدلتے ہو اس چیز کو جو گھٹیا ہے اس چیز کے بدلے میں جو خیر ہے۔''

قثاء کی لغوی تحقیق:

معارف القرآن ،جواہر القرآن اور تعلیمی درس قرآن نے قثاء کو ککڑی لکھا ہے جبکہ تفسیر انوار اور مارماڈیوک پکتھال نے کھیرا(Cucumber) لکھا ہے،عام طور پر کھیرا اور ککڑی کو ایک ہی تصور کیا جاتا ہے اور عربی میں اسے خیار یا قثاء کہا جاتا ہے،سائنسی لحاظ سے یہ دونوں ایک ہی نباتاتی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں یعنی (Cucurbitaceae)اور اس خاندان کے دوسرے افراد گھیا ،کدو ،خربوزہ وغیرہ ہیں اور سارے رینگنے والے بیل ہی ہوتے ہیں اس کو اکثر علاقوں میں کچا ہی کھایا جاتا ہے۔

لغت کی کتابوں کے لحاظ سے دیکھا جائے تو قاضی زین العابدین ،سجاد میرٹھی،عبدالکریم پاریکھ اور عبدالدائم جلالی نے قثاء کے ذیل میں ککڑی لکھا ہے جبکہ عبداللہ عباس الندوی نے قاموس الفاظ القرآن میں لکھا ہے قثاء کھیرے کو کہا جاتا ہے ،مصباح اللغات نے ککڑی کھیرا دونوں مراد لئے ہیں اور یہی مراد ''المنجد'' کی بھی ہے،القاموس الوحید میں لکھا ہے کہ کھیرا ککڑی کے مشابہہ،مصر میں اسکو خیار،عجّو راور فقوس کہتے ہیں۔

اس کے علاوہ دوسری صدی میں جب رابرٹ ڈانیل(Robert Daniel) لغت پر کام کر رہا تھا تو ایک(Onyitta) کے ذیل میں لکھا ہے کہ عربی کا لفظ القثاء (alqitta) ہے جو کھیرے کا عام نام ہے،الغرض قثاء کا لفظ کھیرے اور ککڑی کے لئے مشترک استعمال کیا جاتا ہے البتہ ہندو پاک میں ککڑی اور کھیرے کو الگ الگ تصور کیا جاتا ہے،خصوصیات اور سائنسی اعتبار سے یہ دونوں ایک ہی خاندان کے دو پودے ہیں۔

کتاب مقدس اور احادیث شریف میں تذکرہ:

توریت مقدس میں بھی اس کا تذکرہ ملتا ہے''اور بنی اسرائیل بھی پھرے اور روتے ہوئے بولے کون ہے؟ جو ہمیں گوشت کھانے کو دیگا ہم کو وہ مچھلی یاد آتی ہے جو ہم مصر میں مفت کھاتے تھے اور کھیرے اور خربوزے اور وہ گندنا اور پیاز ولہسن۔(گنتی 6.4.11)

احادیث میں قثاء کا تذکرہ:

ابراہیم بن سعد اپنے والد سعد بن ابراہیم (ابن عبدالرحمٰن بن عوفؓ) سے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ ابن جعفر (ابن ابی طالبؓ) سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو تازہ کھجور کو کھیرے،ککڑی کے ساتھ کھاتے ہوئے دیکھا۔ (نصر الباری حدیث نمبر 5078 باب الرطب بالقثاء)

ککڑی اور کھجور اکھٹے کھانے کا مقصد یہ تھا کہ کھجور میں موجود حرارت ککڑی اور کھیرے کی برودت سے کم

ہوجائے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کیلئے مصلح ہیں، دونوں کو ملا کر کھانے سے اعتدال پیدا ہوتا ہے۔

(کشف الباری ص ۱۳۸ کتاب الاطعمہ)

کھیرے کی نباتاتی تقسیم

اردو نام: کھیرا۔ انگریزی نام: Cucumber عربی نام: قثاء، خیار، عجّور، فقوس۔ قرآنی نام: قثآء

نباتاتی نام: Cucumis sativus

plantae	Kingdom	کنگڈم	نبادات
Angio Sperms Eudicots Rosids	Phylum	فائیلم	انجیوسپرم یوڈی کوٹ روزائیڈ
Cucurbitales	Order	آرڈر	ککربٹیلس
Cucurbitaceae	Family	فیملی	ککربٹیسی
Cucumis	Genus	جینس	ککمپس
Cucumis sativus	Species	سپائیسیز	ککمس سٹائیوس

اردو نام ککڑی۔ انگریزی نام Armenian Cucumber

عربی نام: قثاء، خیار، عجّور، فقوس۔ قرآنی نام: قثآء

سائنسی تقسیم مندرجہ بالا یعنی کھیرے ہی کی طرح ہے۔

کھیرا اور ککڑی میں فرق

کھیرا ایک بیل ہے جو کدو کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے شکل وصورت میں لمبوترا سبز اور بیلن نما ہے، اسکو عام طور پر سلاد کے طور پر کچا کھایا جاتا ہے اس کا اچار بھی بنایا جاتا ہے، کھیرا جب ۵ سے ۸ سنٹی میٹر ہوتو یہ اچار کیلئے موزوں ہے اس اچار کو گھرکن (Gherkins) کہا جاتا ہے، جب یہ پک جاتا ہے تو زرد رنگ کا ہوجاتا ہے اس میں زرد رنگ کے بیج پیدا ہوتے ہیں اس صورت میں کھیرا کھانے کے قابل نہیں ہوتا، جنوبی ایشیاء اور امریکہ میں بکثرت پایا جاتا ہے، کھیرا دنیا میں چوتھے نمبر پر زیادہ اگنے والی سبزی ہے جو ایک بہترین خوراک ہے صحت کیلئے بھی ایک مفید سبزی ہے۔ اس کا تعلق Cucurbitaceae نباتاتی خاندان سے ہے اور اس کا نباتاتی نام Cucumis sativus ہے

ککڑی:

یہ لمبائی لے لحاظ سے کم گولائی والا پھل ہے لمبائی میں کھیرے سے بڑی اور شکل وصورت میں عام طور پر ٹیڑھی اور مڑی ہوئی ہوتی ہے ۔ذائقے کے لحاظ سے کھیرے ہی کی طرح ہوتی ہے اور اندرونی ساخت بھی کھیرے ہی کی طرح ہوتی ہے اس کا تعلق (Muskmelon) کے خاندان سے ہے اس لئے اسکو عرب خیار بھی کہتے ہیں عربی میں خیار خربوزے کو کہتے ہیں۔اس کو لمبا کھیرا ،سانپ کھیرا اور سانپ خربوزہ بھی کہتے ہیں اس کا چھلکا بہت پتلا ہوتا ہے اسکا رنگ ہلکا سبز (پستے کی طرح) ہوتا ہے ،اس کا چھلکا تلخ یا کڑوا نہیں ہوتا ،اس لئے بغیر چھلکا اتارے کھائی جاتی ہے ،اس کا سائز ۳۰ سے ۳۶ انچ تک ہوتا ہے، مگر جب یہ ۱۲ سے ۱۵ انچ تک ہو تو بہت خوشذائقہ ہوتا ہے ،عام طور پر گرمیوں میں پیدا ہونے والا پھل ہے۔ اس کا نباتاتی نام Cucumis melo varflexousus ،ککڑی آرمینیا میں بکثرت بوئی جاتی ہے ،اس لئے اسے Arminian cucumber بھی کہا جاتا ہے ۔کھیرا اور ککڑی ایک ہی موسم میں اُگتے ہیں،شکل وصورت کے لحاظ سے بھی ایک جیسے ہیں فرق صرف سائز کا ہے،ذائقے کے لحاظ سے ایک جیسے ہیں اور ایک نباتاتی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ،جس کے دوسرے اہم ممبر کدو، مولی ،اور خربوزہ بھی ہیں اس لئے مفسرین اور عرب دونوں کو قثاء کہتے ہیں،اس کے علاوہ خیار یا خیارین بھی کہتے ہیں ،عربی میں اسکو عجوز اور فقوس بھی کہتے ہیں۔

کھیرے کی تاریخ

کھیرا تقریباً ۳۰۰۰ سال سے ایشیاء میں بویا جاتا ہے اور یورپ کے دوسرے علاقوں میں یونان اور رومیوں کی وجہ سے متعارف ہوا،فرانس کے نویں صدی کے ریکارڈ میں ،انگلینڈ میں چودہ ویں صدی اور شمالی امریکہ میں سولہ ویں صدی میں کھیرے کی بوبائی کا ریکارڈ ملتا ہے ،قرآن اور بائبل کے لحاظ سے کھیرا اسرائیلوں کے کھانے کا اہم جزء تھا۔

''مصر میں آج کی طرح اس وقت بھی بڑی مانگ سبزی ، پیاز ،ہلدی وغیرہ کی تھی'' (انسائیکلوپیڈیا ببلیکا کالم ۱۲۰۹)

''قدیم اسرائیلی سبز ترکاریوں اور پھلوں پر بسر کرتے ہیں'' (جیوش انسائیکلو پیڈیا جلد ۵)

کھیرا مصر سے یونان اور اٹلی منتقل ہوا اور پھر پوری دنیا میں پھیل گیا ،دوسری صدی میں جب رابرٹ ڈانیل (Robert Daneil)لغت پر کام کررہا تھا تو انہوں نے (Onytta) کے لفظ کیلئے

(alqitta)لکھا اور یہ عربی کا لفظ ہے "القثاء"اور کھیرے اور ککڑی کے لئے مستعمل ہے ۔سترہویں صدی میں کھیرے کے خلاف بہت سی باتیں مشہور ہوگئی کہ بغیر پکائے کھیرے کو کھانے سے بیماریاں پیدا ہوتی ہے،اسلئے مویشیوں کو چارے کے طور پر کھلایا جاتا اور اسی وجہ کھیرے کو Cowcumber کہا جانے لگا یعنی Fit only for consption by cow ،مگر جدید تحقیقات نے ثابت کردیا کہ کھیرا یا ککڑی صحت کیلئے نہایت ہی مفید ہے اور اس کے بے شمار طبی فوائد ہیں مثلاً: مثانے کی گرمی،جلن ،درد،اور پیشاب رک رک کر آتا ہوتو اسکا مغز استعمال کرنے سے یہ تکلیفیں دور ہوجاتی ہے،علاوہ ازیں آنتوں ،معدے کی سوزش، یرقان میں جسم کو سکون اور آرام پہنچاتا ہے،سر درد اور بخار کو دور کے لئے نافع ہے،آنکھوں پر سوزش کی صورت میں اس کے چھلکے کو آنکھ پر تھوڑا سا رکھیں فائدہ ہوگا۔

ککڑی کے خاندان کا تعارف اور اہمیت

ککڑی اور کھیرا Cucurbitaceae کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ،اس خاندان میں ۱۰۰ اجناس اور ۱۰۰۰ اقسام پائے جاتے ہیں،اس خاندان کے بعض افراد صحرائی بھی ہیں یہ ایک سالانہ فصل ہے اور بیل کی صورت میں اگتے ہیں ان کے پھل خوشذائقہ اور رسیلے ہوتے ہیں ،جسکا چھلکا سخت ہوتا ہے اور اس کے چھلکے کو pepo کہا جاتا ہے ،خربوزہ ،گھیا ،توری،کدو اس کی مثالیں ہیں اس کے بیج چپٹے اور چکنے ہوتے ہیں ۔اس خاندان کے پودوں کے پھلوں کو خشک کرکے برتن بنائے جاتے ہیں نیز زیب وزینت کے سامان گلدان وغیرہ بنائے جاتے ہیں ،توری کو خشک کرکے برتن مانجھنے کے کام میں لایا جاتا ہے،اس نباتاتی خاندان کے پھلوں کو سبزی کے طور پر پکا کر کھایا جاتا ہے اور بعض کچے بھی کھائے جاتے ہیں مثلاً ککڑی،کھیرا وغیرہ ۔طبی لحاظ سے بھی اس خاندان کے افراد نہایت ہی مفید تصور کئے جاتے ہیں۔

کھیرے میں موجود اہم اجزاء:

Naturational value per 100g(3.50z)

Energy	65kj(16kcal)	Zinc	0.2ng
Corbohydrate	3.63g	water	95.23
Sugar	1.67	Fluonide	1.3ug
Diteary fiber	0.5g	thiamine(b1)	.027mg
Fat	0.11g	Riboflavin(b2)	0.033mg
protein	0.65g	Niacin(b3)	0.098mg
Parthenic(b5)	0.4mg	Calcium	16mg

Vetamen(b6)	0.04mg	Iron	.028mg
Folate(b9)	7ug	Magnesium	13mg
Vetamen C	2.8mg	Manganese	0.79mg
Vetaman k	16.4ug	phosphorus	24mg
Potassium	147mg	Sodium	2mg

کھیرا یا ککڑی کے طبی فوائد:

کھیرا اور ککڑی طبی لحاظ سے نہایت مفید ہے اور اسکے اجزاء مفید اور بیماریوں کا علاج ہے

(۱) ککڑی یا کھیرے میں ۹۵ فیصد پانی ہوتا ہے جو جسم میں پانی کی مقدار کو برقرار رکھتا ہے اور جسم میں پانی کی کمی کو پورا کرتا ہے یعنی (Dehydration) سے بچاتا ہے

(۲) جلد کی جلن اور کجھلی میں نہایت مفید ہے اس کا دافع سوزش (Anti inflama tory) اثر جلد کی گرمائش کو ختم کر دیتا ہے۔

(۳) کھیرے اور ککڑی میں (Pinoresinol, Lariciresinol)(Secoisolaricesonol) پایا جاتا ہے جو مختلف قسم کے کینسر مثلاً بریسٹ کینسر، مثانے کی کینسر اور پروسٹیٹ کینسر کو ختم کرنے میں مفید ہے

(۴) منہ کی بدبوں کو ختم کرنے کیلئے کھیرے کو ہونٹوں پر صرف ایک منٹ رکھے اس میں موجود Phyto chemical بیکٹر یا کو ختم کرتے ہیں جو منہ میں بدبو پیدا کرتے ہیں

(۵) کھیرا کم کیلوریز والا پھل ہے اس لئے ان لوگوں کیلئے مفید ہے جو وزن کم کرنا چاہتے ہیں

(۶) کھیرے میں موجود Silica جوڑوں کو مضبوط کرتا ہے

(۷) کھیرے میں وٹامن A اور BA,B6,C,D,Folate پائے جاتے ہیں جو جسم میں یورک ایسڈ کی مقدار کو بڑھنے نہیں دیتے، گاجر کے جوس کے ساتھ ملا کر پینے سے بہت فائدہ ہوتا ہے

(۸) انتڑیوں سے Tape worm کے خاتمے کیلئے کھیرے کے بیج نہایت ہی مفید ہے۔

(۹) گرمیوں میں جسم کی گرمائش کو کم کرنے کیلئے کھیرا نہایت ہی مفید ہے۔

(۱۰) صبح جاگتے وقت سر درد یا خمار زیادہ ہو تو رات کو سونے سے پہلے چند ٹکڑے کھیرا کھانے سے چند دنوں میں اس مسئلے سے نجات مل جائے گی،

(۱۱) ذیابیطس کیلئے بہترین علاج ہے، کولیسٹرول کے لیول کو کم کرتا ہے اور بلڈ پریشر کو کنٹرول کرتا ہے

مولانا حامد الحق حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

دارالعلوم کے شب و روز

حضرت مہتمم صاحب کی مصروفیات و اسفار

لاہور میں مجلس علماء اسلام میں شرکت

دیوبندی تنظیموں کے اتحادی فورم ''مجلس علماء اسلام'' کے زیر اہتمام لاہور میں ایک اہم اجلاس ۱۹ فروری ۲۰۱۵ء کو منعقد ہوا۔ اجلاس کی میزبانی جمعیۃ علماء اسلام (س) نے کی۔ اجلاس میں دینی مدارس پر چھاپوں اور علمائے کرام کو ہراساں کرنے پر طویل غور وخوض ہوا۔ اس کے ساتھ مجلس علماء اسلام کے نیٹ ورک کو وسیع کرنے کیلئے اور مشترکہ پلیٹ فارم بنانے کیلئے دیگر مسالک کیساتھ مل کر جماعتوں کو شامل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس سے ایک روز قبل ۱۷ فروری کو مولانا مدظلہ نے منصورہ لاہور میں جماعت اسلامی کے طلب کردہ ناموس رسالت آل پارٹیز کانفرنس میں شرکت اور موثر خطاب فرمایا۔

☆ دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فاضل و مہتمم جامعہ فریدیہ مولانا میاں محمد ایاز حقانی کی والد کی وفات کی تعزیت کے لئے حضرت مہتمم صاحب کانگڑہ چارسدہ تشریف لے گئے۔ اس کے علاوہ جمعیۃ علماء اسلام (س) چارسدہ، شبقدر کے جلسے میں شرکت کی۔

☆ معروف بزرگ عالم دین حضرت مولانا عثمان صاحب کی وفات کے بعد تعزیت کے لئے ان کے گاؤں تاروجبہ ضلع نوشہرہ تشریف لے گئے اور اہل خانہ سے تعزیت کی۔ حضرت مہتمم صاحب نے حضرت مولانا محمد عثمان کی علمی سماجی مذہبی اور سیاسی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ مرحوم نے ۱۹۷۰ء کے مشکل ترین الیکشن میں شیخ الحدیث کے انتخابی مہم میں بھرپور کردار ادا کیا، وہ جمعیۃ علماء اسلام کے ضلعی امیر تھے۔

نائیجیریا کے سفیر جناب Dauda Danladi کی آمد:

نائیجریا کے سفیر جناب Dauda Danladi، حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کیلئے ۵ مارچ ۲۰۱۵ء کو دارالعلوم تشریف لائے اور نائیجیریا کے صدر کا خصوصی پیغام آپ تک پہنچایا۔ انہوں نے دارالعلوم

کے مختلف شعبہ جات کا معائنہ کرنے کے بعد مطالبہ کیا کہ دارالعلوم حقانیہ ہمارے دینی مدارس کی سرپرستی فرمائے، حضرت مہتمم صاحب نے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ انہوں نے دارالعلوم حقانیہ کے ''گلشن قرآن'' پارک میں مدیرالحق مولانا راشدالحق کی فرمائش پر شجرکاری مہم کا افتتاح بھی کیا۔ اس سے کچھ روز قبل مورخہ ۱۹ فروری کو نائیجیرین صدر کے خصوصی ایلچی کو لے کر سفیر موصوف مولانا سے اہم ملاقات کیلئے لاہور پہونچے تھے کیونکہ مولانا لاہور کے بعض پروگراموں میں مصروف تھے اور اسلام آباد یا اکوڑہ خٹک میں ملاقات مشکل تھی۔

دارالعلوم میں ششماہی امتحانات اور دس دن کی تعطیلات

دارالعلوم میں ششماہی امتحانات ۲۱ فروری تا ۲۴ فروری تک جاری رہے، حضرت مولانا انوارالحق صاحب کی زیرنگرانی تمام اساتذہ کرام نے انتہائی محنت اور جانفشانی کیساتھ خدمات سرانجام دیں۔ امتحانات کے بعد بعد دس دن کی تعطیلات ہوئیں۔

زیرتعمیر جامع مسجد کے سلسلے میں مختلف اضلاع میں فضلائے حقانیہ کی میٹنگز

زیرتعمیر جامع مسجد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے حوالے سے دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فضلاء کے ساتھ مختلف اضلاع میں اجلاس منعقد کئے گئے جس میں دارالعلوم کے اساتذہ حضرت مولانا انوارالحق صاحب کے ساتھ وفد میں شریک رہے۔ ایک اجلاس ضلع بنوں کے فضلاء کے لئے المرکز الاسلامی میں مولانا نسیم علی شاہ کی میزبانی میں ہوا، دوسرا اجلاس جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ اضاخیل بالا میں حضرت باچا صاحب کی زیرسرپرستی ہوا، تیسرا اجلاس ضلع صوابی میں جامعہ رحمانیہ مینئی میں منعقد ہوا۔ تمام اجلاسوں میں دارالعلوم حقانیہ کے قدیم و جدید فضلاء کے ساتھ ساتھ اہل علاقہ اور دیگر علمائے کرام نے بھرپور شرکت کی اور دارالعلوم کی مسجد کے بارے میں فکرمند ہوئے۔ مینئی صوابی اوراضاخیل کے اجلاسوں میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ خود بھی شریک ہوئے۔

مولانا احمد عبدالرحمٰن صدیقی، خلیفہ مجاز حضرت لاہوریؒ کی رحلت

گزشتہ دنوں ضلع نوشہرہ کے قابل فخر علمی شخصیت، دارالعلوم حقانیہ کے قدیم ترین فاضل حضرت امام احمد علی لاہوریؒ کے خلیفہ مجاز اور خادم خاص حضرت مولانا احمد عبدالرحمٰن صدیقی صاحب طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ مرحوم کافی عرصہ تک نوشہرہ کالج میں پڑھاتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سالانہ سیرتؐ

جلسہ کا اہتمام بھی فرماتے رہے جس میں اکابرین وقت خصوصاً مولانا درخواستی ،مولانا ہزاروی، مولانا دینپوری اور مولانا عبدالحق رحمھم اللہ جیسی عبقری شخصیات شرکت کرتے رہتے۔نماز جنازہ نوشہرہ میں حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب نے پڑھایا اوران کے علمی اور تحقیقی خدمات کوخراج تحسین پیش کیا۔ جنازہ میں جید علمائے کرام سمیت مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی اور نائب مہتمم و دیگر نے شرکت کی۔

سابق سینیٹر قاری محمد عبداللہ کی دارالعلوم آمد

گزشتہ دنوں کتاب دوست اور علم دوست شخصیت حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب دارالعلوم تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے مختلف علمی اور تحقیقی موضوعات پر گفتگو کی اور مدیر الحق سمیت دیگر ساتھیوں سے مطالبہ کیا کہ مولانا سمیع الحق صاحب کی نئی کتاب ''خطبات مشاہیر'' کی تقریب رونمائی کیلئے حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب کو دعوت دیں گے۔

مولانا عرفان الحق حقانی صاحب کے فرزند محمد ارحم سلمہ کی پیدائش

اللہ تعالیٰ کے فضل وعنایت سے گلستان خانوادہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ میں ۱۵ جنوری ۲۰۱۵ء کو مولانا عرفان الحق حقانی بن ناظم اعلیٰ الحاج مولانا اظہار الحق دام ظلہ کے ہاں دوسرے فرزند کے پیدائش پر ایک اور پھول کا اضافہ ہوا والحمد للہ علی ذالك جس سے خاندان بھر میں خوشیوں کی بہار آ گئی، نومولود کا نام محمد ارحم الحق رکھا گیا تاہنوز مبارک باد کا سلسلہ جاری ہے ،۲۱ ویں روز عقیقہ اور ستائسویں روز ختنہ کی سنتیں ادا کی گئیں ،اللہ تعالیٰ عزوجل سے دعا ہے کہ حضرت مہتمم صاحب مولانا سمیع الحق مدظلہ کے اس نواسے کو اسم بامسمیٰ بنا کر اپنے جد اعلیٰ شیخ الحدیث قدّس سرہ کی طرح علم وعرفان ،طوالت عمر اور عمل صالح کے برکات سے مالامال فرمائے، آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

کتب خانے کی توسیع:

جامعہ حقانیہ کا کتب خانہ تقریباً چودہ برس قبل احاطہ ایوان شریعت (دارالحدیث) کے گراونڈ فلور پر واقع مغربی جانب کے ہال میں منتقل کیا گیا تھا،اپنی وسعت کے باوجود یہ ہال تنگ دامنی کا شکوہ کرتا نظر آ رہا تھا، گزشتہ ماہ مولانا عرفان الحق، مدرس دارالعلوم کی تجویز پر ہال کے سامنے برآمدے کو بھی حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی منظوری پر کتب خانے کا حصہ بنادینے کا فیصلہ صادر ہوا،جس کی رو سے کتب خانہ کی مشرقی دیوار کو منہدم کیا گیا۔اور اب کتب خانہ کا رقبہ ڈبل ہوگیا ہے۔رسائل وجرائد کے لئے بھی کتب خانہ میں ایک مستقل گوشہ مختص کیا گیا۔

ادارہ



تعارف وتبصرہ کتب

● فیصلہ.....علامہ شمس الحق افغانیؒ

زیر تبصرہ کتاب کا پس منظر یہ ہے کہ چند مسائل (علم غیب، توسل، کرامات، استغاثہ وغیرہ) پر دو جماعتوں کا تنازعہ ہوا۔ مذکورہ مسائل پر آخری فیصلے دینے کے لیے فریقین نے حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کو ثالث مقرر کرکے ان کی خدمت میں اٹھارہ متنازعہ مسائل پر مشتمل ایک سوال نامہ پیش کیا گیا۔ حضرت علامہ نے ان تمام مسائل پر جمہور اہل سنت والجماعت کا موقف انتہائی اختصار اور جامعیت کے ساتھ تحریری طور پر ایک رسالے کے شکل میں سپرد قلم کیا۔ بعد میں یہ رسالہ معدن السرور فتوی بہاولپور اور صحیح مسلک کے نام سے چھپا۔ یہ رسالہ ایک عرصہ دراز سے ناپید تھا۔ اس کی سابقہ طباعتیں بھی طباعت اور تصحیح متن کے حوالے سے انتہائی کمزور تھیں۔ مولانا وقار احمد جلات نے اس کے سابقہ دو نسخوں کو سامنے رکھ اس کی از سرِ نو کمپوزنگ کی۔ تحقیق وتخریج کے عمدہ مراحل سے گزار کر اس کے شروع میں ایک متین مقدمہ تحریر کیا، جس سے رسالے کا ظاہری ومعنوی حسن دوبالا ہوا ہے۔ اردو زبان میں خصوصاً تحقیق اور تدوین متن کے فنی طریقہ کار پر مبنی کام بالکل نہ ہونے کے برابر ہے۔ فاضل محقق کی یہ کاوش اس لحاظ سے قابل صد مبارکباد ہے۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ مستقبل میں اردو کے دینی ادب کی نسبتاً زیادہ اہم اور تحقیق وتخریج کی زیادہ مستحق کتابوں کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں گے، تاکہ ہمارے اکابر کا عظیم علمی میراث قابل اعتماد اور مدلل انداز میں لوگوں تک پہنچ پائے۔ ناشر: مرکز البحوث الاسلامیۃ مردان (مبصر: محمد جان اخونزادہ حقانی)

● قیامت کو ملیں گے ..... جناب محمد حنیف

کوئی اتفاق کرے یا نہ کرے لیکن درحقیقت شاعری کا تعلق سراسر دل سے ہے، اور اس کے ذریعہ اپنے اظہار مافی الضمیر دل کی زبان سے ادا کیا جاتا ہے اور دل ہی کے کانوں سے سنا بھی جاتا ہے۔ شاعری میں انسان اپنی اردگرد کے حالات، مشاہدات، ذاتی واقعات، رنجشوں، خوشیوں اور حسرتوں اور مسرتوں، غم و پیار اور محبت کے اظہار کیلئے سارے شگفتہ الفاظ چن کر نت نئے انداز اور جاذبانہ اسلوب سے اپنی آرزؤں اور تمناؤں اور حسرتوں کو بیان کرکے التجاؤں کے لئے دامن پھیلاتا ہے۔

شاعری نیکی کا ایک وسیلہ ہے، یہ بچھڑے ہوئے لفظوں کو ملاتی ہے اور جب تک یہ کائنات اس

روپ میں موجود ہے تو شاعری بھی اسی طرح ہوتی رہے گی اور ہوتی چلی جائے گی۔زیر تبصرہ کتاب ''قیامت کو ملیں گے'' جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے طباعتی شعبہ موتمر المصنفین ،شعبہ کمپوزنگ کے روح رواں جانب بابر حنیف صاحب کے والد بزرگوار محترم جناب محمد حنیف صاحب کی شاعری کا شاندار مجموعہ ہے۔ جناب محمد حنیف صاحب نے نوشہرہ میں سکول آف آرمر میں اپنی خدمات انجام دیں اور علم وادب، کتاب وقلم کے ساتھ اپنے آپ کو جوڑے رکھا۔اور ساتھ ساتھ اپنے شوق وہنر پینٹنگ کو بھی جاری رکھا جس کی جھلک اس کتاب میں ہمیں دیکھنے کو ملتی ہے۔اس کتاب کے پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب محمد حنیف صاحب کی ساری زندگی مصائب اور مشکلات سے عبارت ہے اوران کی شاعری میں بھی انہی مصائب کے اشارے ،کنائے پڑھنے کو ملتے ہے، حنیف صاحب کا اس سے پہلے ''غم نیلگوں'' کے نام سے 2002ء میں شعری مجموعہ بھی منظر عام پر آچکا ہے۔ وہ بھی قارئین اور شائقین شعروادب سے داد تحسین وصول کرچکا ہے۔زیرنظر مجموعہ ''قیامت کو ملیں گے'' محترم حنیف کے دوسرے شعری مجموعے نے بھی منظر عام کو معطر کرکے حلقہ شعروادب کی لڑی میں پروئے ہوئے موتیوں میں نیا اضافہ کردیا، اس مجموعہ میں انہوں نے محبت کا دریا بڑے جوش کے ساتھ بہایا ہے، جذبات کا سمندر امڈ رہا ہے کہ اس کا کوئی کنارہ نہیں، دنیا میں سب سے بڑا غم جواں سال بیٹے کی موت کا ہوتا ہے، یہ مجموعہ بھی شاعر کے تمناؤں اور آرزؤں کا عکس ہے ،اپنے جگر گوشے جناب فیصل حنیف مرحوم کے جوانمرگی کے احساس نے شاعر کے جگر کو پارہ پارہ کیا ہوا ہے۔اسی وجہ سے ان کو شاعری کے اس مجموعے کی تیاری کا تہیہ کرنے پر مجبور کیا۔ اس رنج وغم نے انہیں نڈھال کردیا،اب اس غم کو چھپانا ان کے بس کی بات نہ تھی، انہوں نے اپنے مصائب ،مشکلات اور دُکھوں کے احساس کو چھپا کے نہیں رکھا۔اس احساس کے گہرخانے سے موتی پہ موتی پیرو دیئے، ان کے شعروں میں والہانہ لگاؤ ہے ،سادگی ہے، ان کی شعروشاعری اپنے جگر گوشے کی روح سے محبت سے سرشار ہیں اور اس احساس پر روتی ہوئی آنکھ ہی ان کا سب سے بڑا سرمایہ ہیں، یہ مجموعہ شاعری کے مختلف اصناف کے ساتھ چند خطوط ،انگریزی کی چند غزلیات اردو ترجمے کے ساتھ اس میں شامل ہیں اور شاعر کی ہاتھ سے بنی ہوئی پینٹنگ (تصاویر) ہر احساس کے ساتھ اس کے مطابق شائع کی ہیں۔ ٹائٹل جاذب نظر اور دلکش کاغذ کیساتھ ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ۔/۱۵۰ روپے میں یہ مجموعہ موتمر المصنفین جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک سے دستیاب ہے۔اللہ کرے اس مجموعے کو قبولیت عام وخاص حاصل ہو۔کتاب کی ضخامت ۱۱۲صفحات جبکہ قیمت ۱۵۰ روپے ہے ، کتاب موتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے دستیاب ہے۔ 0333-9167789 (مبصر: محمد اسلام حقانی)